اہم بات:

ارمانِ دل جیسے کہ کتابی شکل میں شائع ہوچکا ہے۔ لیکن اب یہ کتاب آؤٹ آف اسٹاک ہے۔ سیکنڈ ایڈیشن کا فی الحال کوئی پلین نہیں ۔۔جیسے ہی سیکنڈ ایڈیشن کا پلین بنے گا ہم آپکو انفارم کردیں گے۔۔ یہ مکمل کتاب(ای۔بک) پیڈ ہے۔ فی الحال ہم اس کی اقساط ریڈرز کے بے انتہاء اصرار پہ رائٹر کی اجازت سے اپلوڈ کررہے ہیں۔ امید ہے آپ کو ہماری یہ کاوش ضرور پسند آئے گی۔

نوٹ:

صرف ایستھیٹکس ناولز کو ہی اس کتاب کو آن لائن شائع کی اجازت دی گئی ہے۔ کوئی بھی سوشل میڈیا ویب کو اس ناول کو اپلوڈ کرنے کی اجازت نہیں۔۔

بحکم : مصنفہ عظمیٰ ضیاء

اہم اعلان!

"اس تحریر کے تمام جملہ حقوق محفوظ ہیں۔رائٹر کی اجازت کے بغیر کاپی کرنے والے کے خلاف قانونی قارہ جوئی کی جائے گی۔"

ارمانِ دل

قسط نمبر1

- <u>آغازِ سفر</u>

سورج کی کرنیں ابھی بیدار ہوئی ہی نہیں تھیں کہ اسکا دروازہ زور زور سے بجنے لگا۔جب سے وہ دونوں میڈیکل میں گئے تھے ،اپنی روٹین کی وجہ سے اسکا جینا بھی حرام کر دیتے تھے۔اس نے تکیہ اٹھایا اور اپنے سر پہ رکھا تاکہ دروازہ کھٹکنے کی آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرا نہ پائیں۔مگر وہ دونوں بھی حیا اور شاہ میر تھے۔ہار ماننا ان دونوں نے کبھی سیکھا نہیں تھا۔

جوں ہی دروازے کی کھٹ کھٹ نے زور پکڑا تو ثناء نے اپنے دعا میں اٹھے ہاتھوں کو جلدی سے اپنے منہ پہ پھیر کر دعا مکمل کی۔رسما کو ٹھیک طرح سے کمبل اوڑھا کر اسکے پاس کشن رکھا تاکہ وہ جاگ نہ جائے اور خود کمرے سے باہر آئی۔

"ارے بس کرو۔۔کیا ہوگیا ہے تم دونوں کو۔وہ نہیں اٹھنے والا۔۔" ثناء جو ابھی لاؤنج میں آئی تھی،اس نے گردن اوپر اٹھاتے ہوئے سیڑھیوں پہ موجود حیا اور شاہ میر کو دیکھ کر کہا ،جو سیڑھیوں پہ کھڑے اسکا دروازہ زور زور سے بجا رہے تھے۔

"آپی۔۔ لیپ ٹاپ چاہیئے بھائی کا۔۔ یہ تو کوئی طریقہ نہیں۔۔اب ہمیں ضرورت ہے تو انہی سے ہی مانگیں گے ناں؟" حیا نے بے انتہاء معصومیت سے کہا۔

"تو تم دونوں کا لیپ ٹاپ کہاں ہے؟؟" اس نے اپنا اوڑھا ہوا اسکارف ذرا ڈھیلا کرتے ہوئے ، دونوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"وہ چارجنگ نہیں ہے اسکی۔۔ اور چارجر بھی خراب ہو گیا ہے۔۔" شاہ میر کے پاس بھی اسکے ہر سوال کا جواب تھا۔ اس سوال کا بھی جو اس نے ابھی پوچھا ہی نہیں تھا۔

"پکی بات ہے ناں؟ اسے تنگ کرنے کی کوئی نئی شرارت تو نہیں تم لوگوں کی؟" اس نے شک بھری نگاہوں سے دونوں کو دیکھا۔

"اففف۔۔ آپی۔۔ کیا ہو گیا ہے؟ آپ تو بس انہی سے پیار کرتی ہیں۔۔ ہم تو جیسے آپ کے کچھ نہیں لگتے؟" دونوں واپس کو ہو لیئے۔

"ایسی بات نہیں ہے شاہ میر۔۔ دن بھر کام میں بزی رہتا ہے وہ۔۔ اب اس وقت تم دونوں اسکا جینا دوبھر کر دیتے ہو۔۔ یہ تو غلط بات ہے ناں۔۔" اس نے اپنا اسکارف کھولا اور کچن میں رسما کے لیئے ناشتہ بنانے چلی گئی۔

"ہاں۔۔ بس۔۔ یہی غلط بات ہے۔۔" حیاء نے اپنے کندھوں پہ بکھرے ہوئے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے ذرا برا سا منہ بنا کر کہا۔

شاہ میر نے بھی اسکی بات پہ اثبات میں گردن ہلائی۔ دونوں سیڑھیوں سے اترتے ہوئے نیچے لاؤنج میں آئے اور وہاں موجود ڈائننگ ٹیبل پہ منہ بسور کر بیٹھ گئے۔

"ارے کیا بات ہے؟ منہ کیوں لٹکا ہوا ہے تم دونوں کا؟" حسن صاحب قرآنِ پاک ہاتھ میں لیئے ان دونوں کی جانب آئے۔

"پاپا۔۔ لیپ ٹاپ چاہیئے تھا۔۔" شاہ میر نے رونے والے انداز میں کہا۔

"توتم دونوں نے پھر سے چارجر خراب کر دیا؟" ان کا اندازہ بالکل درست تھا، جس پہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے نظریں چرانے لگے۔

"تایا جان۔۔اس نے خراب کیا ہے۔۔میں نے چارجنگ پہ لگانے کے لیئے اس سے مانگا تو اس نے چارجر میری طرف پھینک دیا۔۔یہ دیکھیں۔۔میری بازو۔۔" اس نے اپنی بازو وانہیں دکھائی جو نیم سرخ دکھائی دے رہی تھی۔ "چارجر میری بازو کو لگ کر زمین پہ گر گیا۔" وہ مزید بولی تو حسن صاحب نے شاہ میر کو خوب آنکھیں دکھائیں، جو حیاء کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"پاپا۔۔وہ۔۔میں۔۔۔" ان کے چہرے کے بدلتے زاویے کے پیشِ نظر وہ بوکھلا سا گیا۔

"شاہ میر۔۔ تمہیں احساس ہے کہ تم نے کیا کیا ہے؟"

اس سے پہلے وہ اسے مزید ڈانٹ پلاتے ثناء کچن سے کپ میں شہد پانی لیئے آئی۔ "پاپا۔۔ دونوں ایک جیسے ہی ہیں۔۔کسی ایک پہ یقین کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ان کا تو روز کا ہی کام ہے۔۔" اس نے کپ ان کے سامنے رکھا۔

شاہ میر نے ثناء کی طرف دیکھتے ہوئے شکر کا کلمہ پڑھا۔

انہوں نے قرآنِ پاک کھولا اور اسے پڑھنے لگے۔ دونوں سمجھ گئے تھے کہ انہیں ان دونوں کے مسئلے میں اب کوئی خاصی دلچسپی نہیں رہی۔

"چلو۔۔بس اٹھو اب۔۔یونیورسٹی کے لیئے تیاری پکڑو۔۔میں ناشتہ لے کر آرہی ہوں۔"

اس نے معنی خیز انداز میں دونوں کو گھورا۔

"ہمارے لیئے بھی دعا کیجیئے گا۔۔۔" دونوں نے جاتے جاتے یک لہجہ ہو کر کہا۔

جواباً انہوں نے دونوں کو نہایت شفیق اور نرم انداز میں دیکھا اور مسکراتے ہوئے دوبارہ قرآنِ پاک پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

"جو لوگ ناحق ظلم سے **یتیموں کا** مال کھا جاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔" (النساء)

انکا روزانہ کا سبق چاہے کچھ بھی ہوتا لیکن وہ ہر صبح اس آیت کو ضرور پڑھتے۔ اک یہی آیت تھی جو انہیں یتیموں پہ شفقت کا سبق دیتی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ انہوں نے کبھی اس کی خلاف ورزی کی تھی۔ وہ اس آیت کو بس اس لیئے پڑھا کرتے تھے کہ انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس رہے۔ جب جب وہ یہ آیت پڑھتے ان کی آنکھوں میں آنسو آ جایا کرتے تھے۔

ثناء نے انہیں بغور دیکھا جو ٹشو کی مدد سے اپنے آنسو صاف کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ قرآنِ پاک پڑھ رہے تھے۔ کبھی وہ اس آیت کی عربی پڑھتے تو کبھی اس آیت کا ترجمہ۔ وہ کچھ دیر کے لیئے ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"چچا جان کو یاد کر رہے ہیں؟" وہ انکے کندھے پہ سر رکھ کر بولی۔

انہوں نے قرآنِ پاک کو چوما اور اسے غلاف میں لپیٹتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"میں بھی ماما جان کو بہت مِس کرتی ہوں پاپا۔۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں تو انہوں نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرے ہاتھ سے اسکی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"یہی ریت ہے بیٹی۔۔ نظامِ فطرت کو بھلا ہم کہاں بدل سکتے ہیں۔۔ جس کا جب وقت لکھا ہو، اسے جانا ہی پڑتا ہے۔۔" وہ تفہیمی انداز میں بولے۔ "تم تو میری بہادر بیٹی ہو ناں؟"

اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "لیکن پاپا۔۔مجھے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ان کے ساتھ میرے ہاتھوں کوئی ناانصافی نہ ہو جائے۔۔"

انہوں نے نیم انداز میں اسے مسکرا کر دیکھا۔ جس خوف میں وہ مبتلا تھے، اسی خوف میں وہ مبتلا تھی۔" جس رب نے ہمیں یہ فرض سونپا ہے، وہی ہمیں اس فرض کو نبھانے کی توفیق بھی دے گا۔۔"

جواباً اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے انشاءاللہ کہا اور ان کے پاس سے اٹھ گئی۔ "آج جاگنگ کے لیئے نہیں جائیں گے؟" اس نے گھڑی پہ نظر ڈال کر کہا۔

"نہیں۔۔ان شاءاللہ کل سے ساتھ میں شاہ میر کو لے کر جاؤں گا۔۔بہت موٹا ہوتا جا رہا ہے یہ۔۔" اسکی بات سن کر اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔۔ چلیں۔۔آپ تیار ہو جائیے۔۔میں تب تک ناشتہ لگاتی ہوں۔۔"

گھڑی پہ تقریباً ساڑھے سات کا وقت ہو رہا تھا۔ گھر کا تقریباً ہر فرد ہی جاگ رہا تھا سوائے ارمان کے۔ وہ رات گئے کام کرتا رہتا اور صبح نہ اٹھنے کا صاف اور سیدھا بہانہ یہی ہوتا کہ "رات کو کام کرتا رہا ہوں سو آنکھ نہیں کھلی۔۔"

دوسری طرف حسبِ معمول دونوں کی وجہ سے اسکی نیند تقریباً زائل ہو چکی تھی۔ اسے رہ رہ کر حیا اور شاہ میر پہ غصہ آ رہا تھا۔

"اللہ جانے کب ان دونوں کو سکون آئے گا؟ میری نیند کے دشمن ہیں۔۔" اس نے تکیہ ایک طرف پھینکا اور بیڈ سے بڑبڑاتے ہوئے اٹھا۔

اس نے موبائل ہاتھ میں لیا جس پہ آٹھ بج رہے تھے۔ نیند ابھی بھی اسکی آنکھوں میں سمائی ہوئی تھی۔ آنکھیں ابھی بھی بند ہو رہی تھیں اور طبعیت مزید سونے کی لیئے مچل رہی تھی۔

مگر جب ایک مرتبہ نیند میں مخل آجائے تو کہاں پھر پہلے والا سکون رہتا ہے؟

کچھ سوچتے ہوئے اس نے پہلی کال ہی اسے لگائی جو اسکا جگری یار تھا۔

کال پہلی بیل پہ ہی اٹھائی گئی۔ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ موبائل پکڑے اسکی کال کے انتظار میں ہی تھا۔ "زہے نصیب۔۔ آپ اتنی صبح صبح جاگ گئے؟" اسکی آواز میں شرارت تھی۔

"اب صبح صبح تمہاری بکواس سننا باقی ہے؟ کہاں ہو تم اس وقت؟" اس نے اسے جھاڑ پلائی۔

مگر اسے پھر بھی اثر نہ ہوا۔

"مجھے صبح کی پہلی کال کا شرف بخشنے کے لیئے شکریہ۔۔" خلافِ توقع اس سے جواب وہ نہ ملا جو سوال پوچھا گیا تھا۔

"تیار رہو۔۔ آرہا ہوں میں۔۔" اس نے منہ بنا کر کہا اور فون رکھتے ہوئے خود فریش ہونے کے لیئے چلا گیا۔

وہ فریش ہوا، آفس کے لیئے تیاری پکڑی اور نیچے آموجود ہوا۔

وہ نیلے رنگ کے تھری پیس میں خاصا ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ اس نے سر پہ ہاتھ پھیرا اور اپنے ماتھے پہ گرتے بالوں کو پیچھے کیا۔ اسکے وجیہہ قد اور دلکش انداز کی وجہ سے تقریباً آدھے شہر کی لڑکیاں اس پہ دل ہار بیٹھی تھیں لیکن اسکے لیئے یہ پیار و محبت، سب بے کار لوگوں کے کرنے کام تھے۔

"تم اٹھ گئے؟" وہ کچن میں آیا تو ثناء نے قدرے حیرانگی سے استفسار کیا۔

"ظاہر ہے۔۔ دو عدد فوجی مجھے جگانے کے لیئے جو ہر دم تیار رہتے ہیں۔۔ کہاں سو سکتا ہوں؟"

اس نے چائے کا کپ اٹھایا، جسے اس نے ابھی بھرا تھا۔

اس نے ایک گھونٹ بھرا۔

"بڑے ہینڈ سم لگ رہے ہو تم۔۔" وہ اسکے سامنے آکر کھڑی ہوئی تو وہ ہولے سے مسکرایا۔

"کوئی کام ہے آپی؟" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ شرارت بھری مسکراہٹ واضح تھی۔

اس نے اسکے بازو پہ رکھ کر تھپڑ مارا۔ "شرم کرو۔۔۔ بہن کی تعریف تمہیں مطلبی لگ رہی ہے؟ مجھے حیاء اور شاہ میر جیسا سمجھتے ہو؟" وہ افسردگی سے بولی۔

"ہینڈ سم لگنا مطلب؟ میں تو ہینڈ سم ہی ہوں۔۔ رہی بات ان دونوں کی۔۔ تو رہنے ہی دیں انہیں۔۔ دونوں نے شاید مجھے بے سکون کرنے کی قسم کھائی ہے۔۔" اس نے چائے کے کپ کو دوبارہ منہ لگایا اور ایک گھونٹ بھرا۔

اسکی بات سن کر اسکے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑی۔" دونوں کو لیپ ٹاپ چاہیئے تھا تمہارا۔۔"

"اففف۔۔۔ سمجھا دیجیئے دونوں کو۔۔ دنیا کے سارے لیپ ٹاپ بھی ناپید ہو جائیں پھر بھی ارمان کا لیپ ٹاپ دونوں کو نہیں مل سکتا۔۔۔" اس نے اپنی راہ لی۔

"ارے کہاں چلے؟ ناشتہ لگا رہی ہوں۔۔ ناشتہ تو کر کے جاؤ۔۔"

وہ جاتا جاتا رکا اور پلٹ کر بولا۔ " نہیں آپی۔۔۔ کام ہے ذرا۔۔ شکیل کی طرف جا رہا ہوں۔ وہیں سے آفس چلا جاؤں گا۔ پاپا کو بتا دیجیئے گا۔۔" اس نے بادام والے ڈبے سے بادام نکالے اور ایک مٹھی بھرتے ہی وہاں سے نکل گیا۔

❊❊❊❊❊❊❊❊❊

حسبِ معمول وہ اپنی چھت پر پرندوں کو باجرہ ڈالنے میں مصروف تھی۔ صبح سویرے کا یہ وقت اور سورج کی چند کرنیں اسے اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگی تھیں۔ جس کے باعث اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ نجانے کتنی صبحیں اس نے یونہی تنہا ان پرندوں کے ساتھ گزاردی تھیں۔ مگر پر سکون۔۔ اور یہ لمحہ اسکی زندگی کا دلکش لمحہ تھا۔ نیم ٹھنڈی ہوا اسے اپنے چہرے پہ محسوس ہوئی تو وہ نیم انداز میں مسکرادی۔۔ کالے سیاہ بالوں نے اسکی کمر کو پوری طرح سے ڈھانپ رکھا تھا۔ کندھے پہ بکھرے بال ہوا سے اسکی آنکھوں میں پڑ رہے تھے، جنہیں بار بار پیچھے کرتے ہوئے، وہ اچھی لگ رہی تھی۔ اس نے چھت پہ موجود نَل کو کھولا اور پانی کا پیالہ بھرتے ہی پرندوں کے پنجرے میں رکھا۔

"کتنا سکون دیتا ہے ناں یہ لمحہ۔۔" وہ زیرِلب بولی۔

اس نے ہاتھ میں اپنی نیلی چڑیا کو لیا اور اسکا سر پیار سے سہلانے لگی۔ اس نے اسکی ٹانگ کو بغور دیکھا جس پہ مرہم لگا ہوا تھا۔ "مجھے امید ہے تم اب ٹھیک ہوگئی ہو گی۔۔ گڑیا کو میں نے خوب ڈانٹا ہے اور ہاں اسے میں نے کہہ دیا ہے، اب سے وہ تم لوگوں کو کھانا دینے نہیں آئے گی ۔۔" اس نے اسکی ٹانگ کا بغور معائنہ کیا اور اسے پنجرے میں رکھ دیا۔

گزشتہ روز گڑیا کے ہاتھوں سے پنجرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے نیلی چڑیا کی ٹانگ پنجرے کے دروازے میں آگئی تھی۔ چڑیا کا اتنا خون نہیں بہا تھا، جتنا اس نے آنسو بہا دیئے تھے۔

وہ اپنی ہی الگ دنیا میں محو تھی۔ اسکی سوچ کا انہماک کچن سے آنے والی ثریا کی آواز پہ ٹوٹا جو صاف اور واضح طور پہ اسکے کانوں میں پڑی۔ "کہاں گئی ہے یہ نواب زادی۔۔" وہ خوب واویلا مچا رہی تھی۔

اس نے آنکھیں جھپکائیں اور فوراً سے نیچے کا رُخ کیا۔

"امی۔۔ امی۔۔ آہستہ بولیں۔۔" صبا نے اسے اشارۃً کہا مگر اسے بھلا کہاں کسی کی پرواہ تھی؟

"کیوں آہستہ بولوں میں آخر؟ مجھے سمجھ نہیں آتا۔۔ آخر یہ چھت پہ صبح صبح کیا کرنے نکل جاتی ہے؟؟" اس نے انڈوں کی بھری ٹوکری فریج سے نکالی اور فرائی پین کو چولہے پہ رکھتے ہوئے اس میں تیل ڈالا۔

"امی! حد کرتی ہیں آپ بھی۔ آپ جانتی تو ہیں کہ وہ روزانہ پرندوں کو باجرہ ڈالنے جاتی ہے ۔۔۔" صبا نے پراٹھا توے پہ ڈالا۔" لائیے۔۔ میں فرائی کر دیتی ہوں۔۔"

اسکا اتنا کہنا ہی تھا کہ اس نے ہاتھ میں پڑا چمچ ایک سائیڈ پہ رکھا اور چولہے کی آنچ مدھم کرتے ہوئے خود کچن سے باہر آ گئی۔ جوں ہی وہ باہر آئی تو اسکا دھیان اس پہ پڑا جو تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آ رہی تھی۔ اسے کچھ سنانے کے لیئے اس نے منہ کھولا ہی تھا کہ اسے واش بیسن پہ عابد صاحب کے کھنکھار کی آواز سنائی دی۔ اسکے منہ کے الفاظ اسکے منہ میں ہی رہ گئے۔ اس نے حقارت آمیز نظروں سے اسے دیکھا اور ناشتے کی میز پہ چیزیں سیٹ کرنے لگی۔

اسکی آنکھوں کو اب ثریا کی حقارت بھری نظر کو سہنے کی عادت ہو گئی تھی۔ سو اس نے اپنا سانس بحال کیا اور سیڑھیاں اترتے ہی اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل دیتے ہوئے کچن میں داخل ہو گئی۔"

لائیے۔ میں کچھ ہیلپ کرا دوں آپکی۔۔" وہ اسکے قریب جا کھڑی ہوئی۔ "سوری صبا۔۔ پرندوں کے ساتھ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں کرلوں گی۔۔ تم امی کی کسی بھی بات کو دل پہ نہ لیا کرو۔۔" صبا نے مسکراتے ہوئے صاف دلی سے کہا۔

"نہیں لائیں نا آپ۔۔۔" اس نے تکرار کی۔

"ایک تو تم مسکان۔۔۔ سنتی نہیں ہو کسی کی۔۔" وہ چائے کپوں میں ڈالتے ہوئے مسکرائی۔

"جب پتہ ہے تو آپ سن لیا کریں نا۔۔" وہ انڈوں کو پین میں فرائی کرتے ہوئے ذرا اندا حیہ انداز میں بولی۔

"اور بتاؤ تمہاری نیلی چڑیا کی ٹانگ کیسی ہے اب؟؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔۔ کافی چپ چپ ہے وہ۔۔" وہ افسردگی سے بولی۔

"ہاں۔ مسکان۔ کچھ دن تو اسے ٹھیک ہونے میں لگیں گے ہی۔۔" اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"صبا؟ یہ گڑیا کہاں ہے؟؟" اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔

"یہیں کہیں ہو گی۔۔ تم سے نظریں بچا رہی ہو گی۔۔" وہ معنی خیز انداز میں ہنسی۔

"ہا۔ہا۔ہا۔۔ ہاں کل کافی ڈانٹ پڑ گئی تھی اسے مجھ سے۔۔" وہ گزشتہ روز والا منظر ذہن میں

لاتے ہوئے ہنسی۔" جانتی تو ہیں نیلی چڑیا کا پاؤں کتنا زخمی ہو گیا تھا۔

"ہاں۔جانتی ہوں۔نیلی چڑیا میں تو تمہاری جان بستی ہے۔۔" وہ ذرا محبت سے بولی تھی۔

"جی۔لیکن صبا۔۔اس میں اسکا قصور تھا بھی۔اور نہیں بھی۔۔بس بے دھیانی سے پنجرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے ایسا ہو گیا۔۔" اس نے اسکی حمایت کی تو وہ اسکی اسکے لیئے محبت دیکھ کر مسکرا دی۔

اس نے ٹرے میں چائے کے کپ بالترتیب رکھے اور ہاٹ پاٹ میں پراٹھے پلیٹ سے اٹھا کر رومال میں لپیٹے۔

"اچھا۔۔۔یہ لے جاؤ۔۔" صبا نے اسے چائے کی ٹرے تھمائی ۔"میں پراٹھے اور انڈے لے کر آتی ہوں۔۔"اسکے فرائی شدہ انڈوں پہ نمک اور کالی مرچ کا چھڑکاؤ کرتے ہوئے وہ بولی۔

"جی۔" اس نے ٹرے کو پکڑا اور باہر آموجود ہوئی۔

گھر کے صحن میں ناشتے کی میز پہ گھر کے تمام افراد ناشتے کے انتظار میں تھے۔"بیٹی۔۔آج تو تمھارا رزلٹ آنا تھا نا؟"اسے دیکھتے ہی دادی نے سوال کیا۔

"جی۔۔دادی۔۔" اس نے چائے کی ٹرے میز پر رکھی۔

"بھئی۔۔صبا۔۔۔" ثریا نے ایک نظر مسکان کو دیکھا اور پھر ذرا اونچی آواز میں بولی۔ "پراٹھے انڈے لے بھی آؤ۔۔"

"جی۔۔۔لائی۔۔۔" کچن سے آواز لگاتے ہی صبا جلدی سے باہر آئی۔

"آپی کب آرہا ہے رزلٹ؟" گڑیا جو اس سے چھوٹی تھی،اس سے جواب طلب کرتے ہوئے مسکرائی۔

"پتہ نہیں۔" وہ پریشان ہوتے ہوئے بولی۔ "ہاں۔۔۔ سرمد بھائی سے پوچھتی ہوں۔۔" وہ اٹھی۔

"ارے۔۔ بیٹھو۔۔ آرام سے ناشتہ تو کرلو۔" دادا جی نے اسے روکا۔ " مجھے پتہ ہے۔۔ میری پوتی نمبر ون ہی ہوگی۔۔" انہوں نے اسے تسلی دیتے ہی اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ خوشی سے مسکرا دی۔

"واہ۔۔۔ بڑا پیار آرہا ہے دادا جی کو اپنی پوتی پہ۔۔" عابد صاحب نے تولیے سے ہاتھ صاف کیے اور کرسی پر بیٹھ گئے۔

انکی بات سن کر دادا جی نے قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے چائے کا کپ منہ کو لگایا۔

"اور بتاؤ۔۔ تمہاری چڑیا کیسی ہے اب؟"

"جی بابا۔۔ ٹھیک ہے۔۔" اس نے گڑیا کی طرف دیکھا جو ادا سی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے وہ۔۔" اس نے مکرر ذرا زور دے کر کہا تو گڑیا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اچھا آپی۔۔ رزلٹ پتہ کریں۔۔ پلیز۔۔ ایم ویری ایکسائیٹڈ۔۔" وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔ "دیکھنا آپ ہی نمبر ون ہوں گی۔۔"

"نمبر ون تو ہوگی ہی۔۔" ثریا نے ناک سکیڑتے ہوئے منہ بسورا۔ "آخر میں نے ہی اتنا خرچہ کیا ہے اس کی پڑھائی پر۔۔۔۔" وہ بڑے غرور سے بولی۔

"تم نے خرچہ کیا ہے؟؟" عابد صاحب پراٹھے کا نوالہ توڑتے توڑتے رہ گئے اور باقی سب ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سے ششدر رہ گئے۔

"ہاں۔۔۔اس میں کوئی شک ہے؟کیوں؟اماں ابا؟؟آپ ہی بتائیں۔۔" دادا اور دادی سے داد وصول کرنے کی آس لگائے ہوئے وہ ان سے مخاطب ہوئی تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

منہ میں موجود لقمہ بمشکل ہی وہ حلق سے نیچے اتار پائی تھی۔اس سے پہلے وہ کچھ بولتے، مسکان کے چہرے پر آئی مسکراہٹ کو غائب ہوتا دیکھ کر عابد صاحب کو ہی بولنا پڑا۔"بس کرو ثریا۔۔۔بس کرو۔۔"

"ایک تو آپ۔۔۔گڑیا کے ابا۔۔۔ہمیشہ مجھے غلط ہی سمجھا ہے آپ نے۔۔" وہ حسبِ معمول شاطرانہ چال چلتے ہوئے، جھوٹے آنسوؤں کا سہارا لیتے ہوئے بولی۔

"اچھا بس بس۔۔۔پتہ ہے مجھے تمھارا۔۔"انہوں نے بات کو ختم کیا۔اور چائے پینے لگے۔ " جاؤ۔۔" کچھ دیر توقف کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئے۔"مسکان بیٹی! سرمد کو فون کر کے پوچھو رزلٹ کا۔۔"

"جی۔۔" اس نے ایک نظر اپنے باپ پہ ڈالی اور پھر باقی سب گھر والوں کی طرف دیکھ کر زبردستی مسکرادی اور وہاں سے چلی گئی۔

وہ تو وہاں سے چلی گئی لیکن اب وہاں سختی گڑیا کی آگئی تھی۔"یہ تمہارے بال ماتھے پہ کیا کر رہے ہیں۔۔انہیں پیچھے کرو ماتھے سے۔۔" اس نے سخت ناگواری کا مظاہرہ کیا۔

"امی۔۔کیا ہے؟مسکان آپی چلی گئیں تو اب میری سختی آگئی ہے؟؟اچھا تو لگتا ہے یہ ہیئر اسٹائل مجھے۔۔" اس نے اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

اسکے ماتھے پہ کٹے سیاہ بال، اور آنکھوں میں لگا گہرہ کالا کاجل اسکے حسن میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ رو ہی پڑتی اگر عابد صاحب نہ بولتے۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ میری گڑیا جیسا چاہے ویسا ہیئر اسٹائل بنائے۔ ابھی اپنے گھر میں ہے۔۔ ابھی سے روک ٹوک اچھی بات نہیں۔۔ گھر سے باہر تو دوپٹہ لے کر ہی جاتی ہے ناں؟ تو مسئلہ کیا ہے تمہیں؟؟" انہوں نے اسے خوب آڑے ہاتھوں لیا تو وہ منہ بسورتی ہی رہ گئی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا۔۔ گھر سے باہر مجال ہے یہ بال آگے کر کے جائے۔۔ میں خاص دھیان رکھتی ہوں اسکا۔۔"

صبا کی حمایت پہ وہ خوشی سے مسکرائی۔ اس نے اپنی ماں کو بغور دیکھا جو تقریباً جَل بُھن گئی تھی۔ "امی۔۔ چِل کریں۔۔۔ آپ ہی بتائیے، میں ایسے باربی ڈال نہیں لگتی کیا؟؟"

اسکی بات سن کر دادا، دادی کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

"میری شہزادی ہو تم۔۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

"لگتا ہے امی کی چائے میں صبا آپی نے چینی نہیں ڈالی۔۔" اسکی طرف سے ایک اور شگوفہ چھوڑا گیا جس پہ سبھی کا قہقہہ بلند ہوا۔

صبا نے اسے اشارۃً منہ پہ انگلی رکھتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ مگر وہ بھی گڑیا تھی، آخر کہاں چپ رہنے والی تھی؟

"آپی۔۔ ہم کتنے ہنس مکھ ہیں۔۔ اور ہماری امی۔۔" اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتی، اسے ثریا کی خون آلود نگاہیں اپنے چہرے پہ واضح محسوس ہوئیں تو وہ بولتے بولتے رکی۔

"عابد۔۔ بہت زیادہ بولنے لگی ہے یہ۔۔ آپ کی ہی ڈھیل کا نتیجہ ہے یہ۔۔"

جواباً انہوں نے کسی خاص ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔وہ گڑیا کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھ کر مسکرائے اور صحن کے دوسرے اطراف میں موجود اپنے کام میں مصروف ہو گئے، جہاں سوئی دھاگہ اور نہایت خوبصورت موتی پڑے ہوئے تھے۔

****

"رسما۔۔بے بی تھوڑا سا اور۔۔۔" ثناء زبردستی اسے کانٹے کی مدد سے انڈے کے ٹکڑے کر کے کھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔لیکن وہ تھی کہ ناشتہ نہ کرنے سے عاری۔

"مما۔۔بس۔۔" وہ ناشتے سے جان چھڑانے کی غرض سے جلدی سے کرسی پر سے اٹھی اور اسے بائے بائے کر کے جواد کے ساتھ جانے لگی تو ثناء نے اسے پھر سے پکارا۔

"رسما بے بی۔۔ٹفن تو لے لو۔۔"

"بابا مجھے لیز اور بسکٹ کھانے ہیں۔۔" وہ رونی صورت بنا کر بولی۔

"سب لے دوں گا میں اپنی بیٹی کو۔۔لیکن ٹفن بھی تو ضروری ہے نا؟" اب کے جواد نے مسکراتے ہوئے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا۔

چارو ناچار اسے واپس جا کر اپنی ماں سے ٹفن پکڑنا ہی پڑا۔

"بس گندی چیزیں کھانی ہیں اس نے۔۔" جواباً جواد نے اسے اشارۃً مزید بولنے سے منع کیا اور اسے پورا یقین دلایا کہ وہ رسما کو ایسا کچھ بھی نہیں لے کر دے گا۔جس پہ وہ جواد کو دیکھ کر ذرا آہستگی سے مسکرائی۔

جواد ہی وہ واحد شخص تھا جس کی ہر بات نرسری جماعت میں پڑھنے والی رسما پورے دل سے مان لیتی تھی۔ "پاپا کی جان۔۔آجاؤ۔۔" اس نے اسے بلایا تو وہ تیزی سے اسکی طرف بھاگی اور اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

"چلی گئی رسما؟" حسن صاحب نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ثناء سے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"جی پاپا۔بہت تنگ کرنے لگی ہے یہ۔۔۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولی اور کچن کی طرف بڑھی۔

"ہاں۔۔۔تم بھی جب اس عمر میں تھی ناتو بہت ستایا کرتی تھی ہمیں۔" وہ مسکراتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھتے ہی اخبار کو اٹھا کر پڑھنے لگے۔

"بس کریں پاپا۔۔۔۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کچن سے باہر آئی اور فرائی کیے ہوئے انڈوں کی پلیٹ کو میز پر رکھتے ہوئے مزید بولی۔

"میں کم از کم۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے ذرا رک رک کر بات کرنے لگی۔"اتنا تنگ تو نہیں کرتی ہو نگی۔۔"

"سوچ ہے تمہاری۔۔" وہ ہنستے ہوئے بریڈ کو جیم لگانے کے بعد گلاس میں جوس ڈالنے لگے۔

"لیکن ایک بات تو ہے۔۔تم نے بہت ساتھ دیا ہے میرا اپنی ماں کے جانے کے بعد، اپنے بھائیوں کو ماں بن کر پالا ہے۔" ان کی بات سن کر وہ تھوڑی آبدیدہ ہوئی۔

ان کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

"جی پاپا۔۔جب وقت پڑتا ہے تو دھیرے دھیرے انسان سب سیکھ ہی جاتا ہے۔۔" وہ گہری سنجیدگی لیئے بولی۔

"ہاں۔۔۔تم تو میری بہادر بیٹی ہو نا۔۔" وہ رشکیہ انداز میں مسکرائے۔

****

"میں جانتا تھا۔۔۔اس بار بھی بہت اچھے نمبر لیئے ہونگے تم نے۔۔" دادا جی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا دیئے۔

"یہ سب آپ کی دعاؤں سے ہی تو ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے گلے جا لگی۔

"واہ آپی۔۔۔! 3.84 جی پی اے۔۔کمال ہو گیا یہ تو۔۔" گڑیا اونچا اونچا بولتے ہوئے اس کے قریب آکر کھڑی ہو گئی جہاں وہ دادا جان کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"ماشاءاللہ۔۔۔" دادی بھی مسکان کی جانب متوجہ ہوئیں۔"میری بچی۔" انھوں نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے اسے گلے سے لگایا۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ کامیاب کرے۔۔۔ آمین۔۔ آمین۔۔" عابد صاحب خوشی کی خبر سنتے ہی دھاگے میں موتی پروتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آج میں بہت خوش ہوں بابا۔۔۔بہت خوش۔۔" خوشی کے مارے اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور اسکی چھوٹی سی ناک سرخ ہو گئی۔

"چلو آج تو دعوت ہونی چاہیے گھر پہ۔۔" دادا جی ہنستے ہوئے سب سے بولے۔

"ہاں۔۔ہاں۔۔کیوں نہیں۔۔" صبا نے ہنستے ہوئے دادا جی کی طرف دیکھ کر جواب دیا اور پھر مسکان کو رشکیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

صبا اور گڑیا نے باری باری اپنی بہن کو گلے لگایا اور اسے اسکی کامیابی پہ دل کھول کر مبارکباد دی۔

"ارے۔۔۔کیا بات ہے۔۔" وہ شور سنتے ہوئے باہر آئی۔دال کو چنتے ہوئے ثریا نے ایک نظر ان سب پر ڈالی جو کافی حد تک تصرّف سے مسکرا رہے تھے اور دوسری نظر مسکان پر ڈالی جس کا چہرہ بھی سبھی کی طرح خوشی سے چمک رہا تھا۔

"امی۔۔۔امی۔۔۔آپی پاس ہو گئیں ہیں۔وہ بھی فرسٹ ڈویژن سے۔۔" گڑیا خوشی سے اطلاع دیتے ہوئے آگے بڑھی۔"لائیں۔۔۔میں کر دیتی ہوں۔۔" اس نے اسکے ہاتھ سے دال کا برتن پکڑا اور اسے چننے میں مصروف ہو گئی۔

"اچھا۔۔" وہ حیرانگی سے ان سب کی طرف دیکھنے لگی۔

"مبارک ہو بھئی۔" براسامنہ بناتے ہوئے آخر اس کے منہ سے مبارکباد کے الفاظ بمشکل ہی نکلے۔

مسکان کی خوشی کی انتہاء نہیں تھی، وہ فراخ دلی سے مسکرائے جارہی تھی۔ جبکہ ثریا تو بس اسے برابر گھورے جارہی تھی۔

"امی آج آپی کے رزلٹ کی خوشی میں ہمیں کیا دال کھلائیں گی؟؟ پلاؤ یا نہاری بنا لیں؟؟" گڑیا دال چنتے ہوئے بولی تو اس نے اسے خوب گھورا۔

اس سے پہلے وہ اسکی خوب کلاس لیتی صبا فوراً بولی۔

"سرپرائز ہے مسکان کے لیئے۔۔ تم سرپرائز خراب نہ کرو سمجھی۔۔"

اس کی بات پہ گڑیا نے قدرے غور سے صبا کو دیکھا۔ صبا نے اشارۃً اسے کچھ سمجھایا تو اس نے مزید بحث نہ کی۔

"چلو پھر آج پارلر چلتے ہیں۔۔ کیا کہتی ہیں؟ تھوڑا میک اوور ہی کروالیں پلیز؟؟" اسکی بات سن کر صبا اور مسکان نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا تو اس نے اپنا لاؤڈ اسپیکر ہلکا کیا۔

"وہ۔۔ میں کہہ رہی تھی کہ۔۔ آپی اگر بال تھوڑے چھوٹے کروالیں۔۔ کلینزنگ کروالیں تو بہت خوبصورت لگیں گی۔۔"

"ششش۔۔۔" اس نے اسکی توجہ ثریا کی طرف کروائی جو ان تینوں میں ہونے والی کھسر پھسر کو اپنا سر آگے کی جانب بڑھاتے ہوئے سننے کی کوشش میں تھی۔

"یہ تو بس ایسے ہی۔۔۔" صباء نے بات کا رخ بدلا تو اس نے بھی اپنی راہ لی اور ان تینوں کے سامنے سے ہٹ گئی۔

✼✼✼✼✼✼✼✼✼

"مجھے میرا کوٹ تولا دو بیٹی۔۔۔" حسن صاحب ناشتے سے فارغ ہو کر آفس کے لیئے تیار ہو رہے تھے۔

"جی۔۔۔یہ لیجیئے۔۔" ثناء ایک سیکنڈ میں ہی کوٹ لے آئی۔

حسن صاحب ہاتھ پہ گھڑی باندھنے کے بعد کوٹ پکڑ کر پہننے لگے۔"یہ ارمان اٹھا نہیں ابھی تک؟؟؟"

"اٹھ گیا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔" دو عدد فوجیں ہیں ناں اسے جگانے کے لیئے۔۔" اسکی بات سن کر وہ مسکرا دیئے۔

"ہو سکتا ہے آج مجھے کورٹ جانا پڑے۔ابھی میسج آیا۔وکلاء کا ٹریننگ سیشن شروع ہوا ہے۔ انوائیٹ کیا ہے انہوں نے مجھے۔" انہوں نے اسے آگاہ کیا۔

"آپ ریٹائرڈ تو ہو گئے مگر جان نہیں چھوڑتے وہ لوگ آپکی۔" وہ ہنسی۔

"بیٹی یہ تو محبت ہے ان سب کی۔"

ثناء انکی بات سن کر مسکرا دی۔

"اچھا بلاؤ اس لڑکے کو۔۔کہاں رہ گیا؟؟؟" انہوں نے ارمان کے متعلق پھر سے دریافت کیا۔

"وہ تو کب کا جا چکا ہے۔کہہ رہا تھا آپکو بتا دوں۔شکیل کی طرف جا رہا ہوں۔۔وہیں سے آفس چلا جاؤں گا۔"

"اچھا۔۔۔چلو میں چلتا ہوں۔۔" وہ اسے خدا حافظ کہتے ہوئے آفس کے لئے چلے گئے۔

****

کھڑکی سے چھن کر آتی دھوپ آدھے کمرے کو روشن کر گئی تھی۔دھوپ کی کرنیں اسکے چہرے پہ پڑیں تو اس نے کھڑکی پہ لگے پردے کو برابر کیا اور بیڈ پہ ڈھلے ہوئے خشک کپڑوں کو

تہہ کرنے لگی۔ابھی وہ کپڑے تہہ لگا ہی رہی تھی کہ اچانک ثریا کی آمد پر پریشان سی ہو گئی۔وہ اس کے پاس کم ہی آیا کرتی تھی۔اور جب بھی آتی تھی،اسکا موڈ خوب کرکرا کر دیا کرتی تھی۔

"امی۔۔آپ۔۔یہاں؟؟؟" اس نے کپڑے ایک سائیڈ پر رکھے اور ذرا رک رک کر بولی۔

"ہاں! کیوں؟؟میں یہاں نہیں آسکتی؟؟؟" وہ شاطرانہ مسکراہٹ دیتے ہوئے سوالیہ بولی۔

"نہیں۔۔" وہ تیزی سے بولی۔"نہیں۔۔ایسا کب کہا میں نے؟؟" اسکی سمجھ سے اسکا ایسا رویہ باہر تھا۔

اس نے فوراَ سے تہہ شدہ کپڑوں کو ایک طرف کیا اور اسے بیٹھنے کے لیئے جگہ دی۔

"اچھا۔۔" ثریا بیڈ پر بیٹھی۔"وہ۔۔بیٹی۔۔مسکان۔۔" اس کے الفاظ پر وہ ایک لمحے کے لیئے چونکی اور پھر مسکرا دی۔اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔

"کیا ہوا۔؟؟رو کیوں رہی ہو تم؟؟" اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

"وہ۔۔وہ۔۔بس ایسے ہی امی۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھوں کے کناروں کو رگڑ کر صاف کیا۔"آپ کہیئے۔۔کیا کہہ رہی تھیں آپ؟؟" وہ مسکراتے ہوئے اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہاں۔۔۔دیکھو۔۔۔مسکان بیٹی۔۔۔تم تو جانتی ہو نا؟؟گھر کا نظام بمشکل ہی چل رہا ہے۔"

وہ اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تو۔۔بیٹی۔۔" وہ گلا صاف کرتے ہوئے بولی۔"میرا مطلب ہے۔۔۔۔دیکھو نا۔۔۔تمھاری تعلیم پہ بے دریغ پیسہ لگا دیا میں نے۔۔۔" اب کی بار مسکان کے چہرے پر افسردگی سی پھیل گئی تھی۔

"امی۔۔میں سمجھی نہیں۔۔۔" اس نے بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے بات کو وضاحت

سے پوچھنا چاہا۔

"بیٹی۔۔۔اب صبا کی شادی کے خرچے اتنے ہیں۔۔۔میری تو سمجھ میں نہیں آتا کیسے ہو پائے گا سب؟؟حویلی کے کوارٹروں سے جتنا کرایہ آتا ہے وہ تو ایسے ختم ہوتا ہے جیسے کبھی ہاتھ میں آیا ہی نہ ہو۔۔۔"

وہ خود کو مظلوم ثابت کرتے ہوئے ایک لمبی تفصیل اسے بتانے لگی مگر مسکان اب بھی سمجھ نہیں پائی تھی کہ وہ یہ سب اسے کیوں بتا رہی ہیں؟

"تو۔۔" وہ رکی اور کچھ دیر توقف کے بعد پھر سے بولی۔"اگر تم۔۔میرا مطلب۔۔۔" وہ حلق صاف کرتے ہوئے بات کو واضح طور پر کرنے لگی۔"میرا مطلب ہے۔۔۔۔اگر تم۔۔۔کوئی اچھی سی۔۔۔نوکری ڈھونڈ لو۔۔"

مسکان اس کی بات سے چونک اٹھی تھی۔۔کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ اس کے بابا کبھی بھی اسے نوکری کی اجازت نہیں دیں گے۔

"مگر۔۔۔۔امی۔۔بابا۔۔"

"دیکھو بیٹی۔۔" وہ اس کی بات کو کاٹتے ہوئے اسے بڑے پیار سے سمجھانے لگی۔"تمھارے بابا کے پاس نوکری تو کوئی ہے نہیں۔۔۔اب اس پینشن سے بھلا کیسے میں اتنا کروں؟؟اور یہ ہاروں کا کام تو نہ ہونے کے برابر ہے۔دن کا دو سو روپیہ بھلا کیا بنا تا ہے۔۔اب اس مشکل وقت میں تم ساتھ دو گی تو ہی کچھ ہو پائے گا۔۔چار پیسے آ جائیں گے ہاتھ۔۔"

وہ بات کرتے ہوئے اشک بار ہوئی۔

"اچھا۔۔۔امی۔۔۔آپ روئیے نہیں۔۔۔میں بابا سے بات کرتی ہوں۔۔۔۔"وہ اس کو دلاسا دیتے ہوئے بولی تو اس نے اپنے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"ہاں۔۔۔لیکن میرا نام مت لینا بیٹی۔۔۔تمہیں پتا تو ہے نا ان کا۔۔۔"وہ اسے نصیحت آمیز

لہجے میں کہتے ہوئے مسکرائی اور پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا دینے لگی۔"جیتی رہو۔۔" اس نے اسے دعائیہ کلمات سے نوازا اور وہاں سے چلی گئی۔

****

"شکیل۔۔۔تم نہیں سدھرو گے۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"تم سدھرے ہوئے ہو ناں یہی کافی ہے۔۔" وہ اسکی طرف دیکھ کر بولا اور ساتھ ساتھ موبائل پہ سکرالنگ کر رہا تھا۔"ویسے اتنی جلدی اٹھنے کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"ہاں۔۔وہی۔۔" وہ سامنے سڑک پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"اوہ۔۔ سمجھ گیا۔۔مجھے لگتا ہے تمہیں شادی کر لینی چاہیئے۔۔شاید تمہیں پرائیویسی نصیب ہو جائے۔۔" وہ تضحیکی انداز میں مسکرایا تو ارمان نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا اور نیم انداز میں مسکرا دیا۔

"مجھے چھوڑو۔۔تم اپنی ان حسیناؤں سے بچ کر رہنا۔۔یہ نہ ہو سب مل کر کسی دن تمہاری درگت بنا دیں۔۔" اس نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

"اوہ۔۔چیلنج۔۔۔" شکیل اس کی بات سن کر ہنسا۔

"نہیں بابا۔۔۔نجانے کتنے ایسے چیلنج ہار چکے ہو تم۔"ارمان نے اسے مسکراتے ہوئے طنزیہ طور پر جواب دیا۔

"ہائے یار۔۔۔۔" وہ دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"دل نہیں لگتا نا میرا۔۔۔ان حسیناؤں کے بغیر۔۔" اس نے ایک اور قہقہہ لگاتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھا۔اسکی دل پھینک طبعیت کو دیکھ کر ارمان نے اسے منہ بند رکھنے کا اشارۃً کہا۔

"بکواس نہیں کرو۔۔"

"ارمان یار۔۔تم بھی نا۔۔لو دیکھو۔۔آ گیا تمہاری بھابھی کا فون۔۔۔"وہ شرارتی انداز میں

بولا۔

"نجانے کتنی بھابھیاں ہوں گی میری۔"اس نے طنزیہ مسکراہٹ دیتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ بڑھادی۔

"اسپیڈ تو آہستہ کر یار۔۔" اس نے زور دے کر کہا۔

"تیری بھابھی کا فون ہے میری کا نہیں۔۔"

"ویری فنی۔۔ آل ریڈی لیٹ ہو چکے ہیں۔۔ اسٹاف سے پہلے پہنچنا ہے مجھے۔۔اور تمہیں کیا مسئلہ ہے۔۔بات کرونا اس نازیہ،شازیہ سے۔"

اسکا فون مسلسل بج رہا تھا، تبھی ارمان نے اسکی توجہ فون کی طرف دلائی۔

"اچھا۔۔چپ چپ۔۔" اس نے خاموش رہنے کے لیئے اسے اشارہ کیا اور پھر فون ریسیو کیا۔

"ہیلو۔۔۔مائی ڈیئر نازیہ۔۔۔کیسی ہو؟؟"

اسے ایسے محبت کا ڈرامہ کرتے ہوئے دیکھ کر ارمان زچ ہو کر رہ گیا اور اسے دیکھ کر منہ میں کچھ نہ کچھ بڑبڑانے لگا۔

دوسری طرف سے نازیہ جو کال پہ تھی اس نے اسے یاد دہانی کروائی کہ وہ شازیہ ہے "لیکن یہ نازیہ کون ہے؟" تو وہ بوکھلا کر رہ گیا۔

"ہاں۔۔شازیہ ہی کہا ہے۔۔نازیہ کون ہے بھئی؟؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟؟ سو رہی ہو کیا اس وقت بھی؟؟؟" اس نے بات کا رخ ہی بدل دیا۔

یہ سب سن کر ارمان مزید کھکھلا کر ہنسا۔

"بیٹا پٹے گا تو یہ نازیہ شازیہ کے چکر میں۔"وہ دھیمی آواز میں بولا۔

"اشش۔۔" اس نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور پھر شازیہ کے ساتھ باتیں کرنے میں

مصروف ہو گیا۔

****

اس نے کپڑوں کو بالترتیب الماری میں جوڑا اور اپنا فون ہاتھ میں لگاتے ہی اسے فون ملایا۔ وہ جب جب پریشان ہوتی تھی۔ زویا یا سرمد دونوں میں سے کسی ایک سے ضرور شئیر کیا کرتی تھی۔ اس نے زویا کو فون لگایا مگر اس کی طرف سے اسے خاصی مصروفیت کا لفظ سننے کو ملا کیونکہ ڈاکٹرز کی ٹریننگ کا سیشن جو شروع ہو چکا تھا۔ اس نے اسے اخبار میں آنے والی جاب کے اشتہار کے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہاں جا کر پتہ کرے۔

"میں وہاں اکیلی جا کر کیسے پتہ کروں۔۔" وہ اپنے ناخنوں کو دوسرے ہاتھ میں موجود فائلر سے تراشتے ہوئے خود سے گویا ہوئی۔ آخر کچھ سوچتے ہوئے اس نے دوبارہ موبائل پکڑا۔ اب کے اس نے سرمد کو فون لگایا۔

"سرمد بھائی کہاں ہیں آپ؟؟"

وہ فون کو بائیں کان سے لگائے ہوئے بولا۔" میں۔۔۔لاہور۔۔۔ "وہ آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔

"لاہور؟؟"وہ پریشانی سے دریافت کرتے ہوئے بولی۔"مگر۔۔اس طرح؟اچانک؟؟"

"ہاں۔۔چھ مہینے کے لیئے ادھر ٹریننگ پہ ہوں۔۔" کمپیوٹر کی روشنی میں اسکی آنکھیں تقریباً چندھیا چکی تھیں۔ اس نے اپنی عینک کو درست کیا۔

"چھ مہینے؟؟" اس بات پر تو وہ حیران ہو کر رہ گئی۔

"سرمد بھائی۔۔بہت برے ہیں آپ۔۔مجھے بتائے بغیر؟؟" وہ افسردہ ہوتے ہوئے منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔"جایئے۔۔۔مجھے آپ سے بات ہی نہیں کرنی۔۔۔" وہ فون بند کرنے ہی والی تھی کہ وہ بولا۔

"اوہ ہیلو۔۔" سرمد سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔"رکو تو۔۔۔" اس کی طرف سے جواب نہ پا کر وہ معذرتانہ انداز میں بولا۔

"جی۔۔۔" اس نے افسردہ ہوتے ہوئے نہ چاہ کر بھی جواب دیا۔

"یار۔۔۔۔ آتا رہوں گا نا۔۔۔" اس کو سمجھاتے ہوئے وہ بولا۔

"نہیں کیا ضرورت ہے آنے کی؟ رہیئے وہاں۔۔" وہ افسردگی سے بولی۔

"افففو۔۔۔ آخر کیا بات ہے؟؟ پریشان کیوں ہو؟" وہ اس سے دریافت کرتے ہوئے سوالیہ بولا تو وہ کچھ دیر توقف کے بعد دوبارہ بولی۔

"سرمد بھائی۔۔" اس نے افسردہ ہوتے ہوئے اشک بار ہو کر ساری بات اسے جوں کی توں بیان کر دی جو ثریا اس سے کہہ کر گئی تھی۔

"لو۔۔" اسکی بات سننے کے بعد وہ ہنسا۔"مسئلہ ہی کوئی نہیں ہے یہ تو۔۔۔پگلی میں سمجھا پتہ نہیں کیا ہو گیا۔۔ کرنی چاہیے جاب بھئی۔۔ تم کہو تو میں انکل سے بات کروں؟؟" وہ فائلز کو ترتیب دیتے ہوئے اس سے بولا۔

"ہاں۔۔ نہیں نہیں۔۔"وہ تیزی سے بولی۔"میں خود بات کرتی ہوں۔۔ مگر کیا یہ ٹھیک رہے گا؟؟" وہ سوالیہ طور پر پوچھنے لگی۔

"ہاں! بھئی حرج ہی کیا ہے بھلا اس میں؟" وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا۔"تم جیسی پڑھی لکھی لڑکی جاب کو لے کر پریشان کیسے ہو سکتی ہے؟" وہ استفہامیہ انداز میں بولا۔

"مگر میں اکیلی کیسے۔۔" وہ پریشان ہوئی۔

"اوہ۔۔ہو۔۔" وہ اسکی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "الگ ڈپارٹمنٹ میں بھی تو تھی نا۔۔"

"ہاں لیکن آپ لوگوں کا ساتھ تو تھا نا۔۔"وہ اداس لہجے میں بولی۔

"مسکان۔۔میری پیاری۔یونیورسٹی اور پروفیشنل لائف، دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔۔لیکن ایک بات یاد رکھنا۔۔آگے بڑھنے کے لیئے جند جان اپنی ہی کام آتی ہے۔۔اپنے بھلے کتنا ہی ساتھ کیوں نہ ہوں۔۔لیکن ہمیں اپنی زندگی میں آنے والے چیلنجز کا سامنا خود ہی کرنا پڑتا ہے۔"وہ تفہیمی انداز میں بولا۔

اسکی بات سن کر وہ گہری سوچ میں محو ہو گئی۔

"اینی وے۔یہ زویا کب کام آئے گی بھلا؟"

"زویا۔۔رہنے دیں اسے۔۔"وہ برے لہجے سے بولی۔"کی تھی اس سے بات۔۔ایڈریس دے دیا ایک جگہ کا۔۔کہ میں وہاں جا کر پتہ کروں۔۔"

"ہاں تو پھر؟"وہ سوالیہ بولا۔

"اب میں اکیلی کیسے؟؟"اسکی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی، جس پہ وہ سر پکڑ کر رہ گیا۔

"تو اس کو کیا تکلیف ہے؟"وہ غصہ سے بولا۔"کیوں نہیں جا سکتی تمھارے ساتھ؟"

"جو آپ کو ہے۔۔وہی تکلیف اس کو ہے۔" وہ ہنسی مگر پھر ذرا سنجیدگی سے بولی۔"ٹریننگ سیشن اور پریکٹس چل رہی ہے اس کی۔کیا کروں میں؟؟آپ لاہور چلے گئے۔۔"اسکی آواز بھِرا سی گئی۔"وہ پریکٹس میں بزی۔۔۔مجھے تو آپ لوگوں نے اکیلا ہی چھوڑ دیا ہے نا۔۔"اب کی بار اس نے دلبرداشتہ ہوتے ہوئے فون ہی کاٹ دیا۔

"مسکان۔۔ایسی بات نہیں۔۔۔مسکان۔۔"وہ بولتا رہ گیا مگر فون ڈسکنیکٹ ہو چکا تھا۔اس نے اپنی عینک کو اتار کر ایک سائیڈ پہ رکھا اور اپنی سوجی ہوئی آنکھیں ملنے لگا۔

****

آفس میں موجود ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا سوائے شکیل کے۔اپنا کام شروع کرنے سے پہلے اسے تنگ کرنا، روزِ اول سے ہی اسکا معمول تھا۔وہ اسکا جگری یار تھا جس کی وجہ سے وہ

اسکی اس دل پھینک طبعیت اور غیر سنجیدگی کا تقریباً عادی ہو چکا تھا۔ اپنے آفس میں کرسی پہ ٹیک لگائے بیٹھا وہ فائلز کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا۔ پھر وہ ذرا آگے کو جھکا۔ اب کے اسکی انگلیاں لیپ ٹاپ پہ چلنے لگیں۔

دروازہ بناء دستک دیئے ہی کھلا تو اس نے سر اوپر اٹھا کر دیکھا۔ "اگر تم کہو تو فی میلز کے انٹرویو میں لے لوں؟" شکیل حسب معمول مسکراتے ہوئے شوخ مزاجی سے سوالیہ بولا۔

"شکیل۔۔۔ سدھر جاؤ تم۔۔۔" وہ ذرا زور دے کر بولا۔ "عادت سے مجبور ہو تم قسم سے۔۔"

"لو۔۔ بھلا کیا برا کہہ دیا۔۔۔ قسم سے۔۔ تم میں تو لگتا ہے کہ فیلنگز نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے بولا۔

"ٹائم ویسٹ نہ کرو میرا۔۔ جاؤ۔۔ یہ فائلز لے جاؤ بیلنس کرو انہیں۔۔۔" اس نے اپنے پاس پڑی فائل کی جانب اشارہ کیا۔

"فارغ نہ بیٹھنے دینا تم۔۔۔" اس نے ذرا سا منہ بنا کر کہا۔

"فارغ بیٹھو گے تو ایسی ہی فارغ باتیں سوچو گے۔۔۔ سو تمہارے لیئے ضروری ہے مصروف ہونا۔۔" اس نے ہنس کر کہا تو اس نے مزید منہ بنایا۔ فائل ہاتھ میں لی اور یہاں سے یہ جا، وہ جا۔

اسکے جاتے ہی پاس پڑے فون پہ رِنگ ہوئی جسے اس نے ریسیو کیا۔ "دو مشینوں کی ضرورت ہے یہاں۔۔ ہوٹل میں کچھ کام رکا ہوا ہے۔" دوسری جانب سے جواد بولا۔ وہ کمپنی کے تھرڈ فلور پہ ہاٹل کی تعمیر کا سارا کام دیکھ رہا تھا۔ مزدور تعمیر میں مصروف تھے اور وہ انہیں ساتھ ساتھ گائیڈ کر رہا تھا۔

"جی۔۔میں آرڈر دیتاہوں۔۔"اس نے فون رکھااور انٹر کام پہ مشینری کا آرڈر دیا۔

****

گھر کے صحن میں چارپائی پہ دونوں بیٹھی کسی خاص موضوع پہ گفتگو کر رہی تھیں۔سہہ پہر کا وقت تھا، تبھی صباء اسکے لیئے کچن میں چائے پانی کا بندوبست کرنے چلی گئی۔ورنہ وہ تو ایسی بے تکلف عورت تھی کہ جب جب آتی کھانا کھائے بناء نہیں جاتی تھی۔

"آپا۔۔برا مت ماننا۔۔تمہاری دونوں بیٹیوں کا حلیہ کچھ بہتر ہی ہے۔۔لیکن یہ صباء۔۔اسے سمجھاؤ کچھ خود پہ توجہ دے۔۔اب یہاں رشتہ تو ہو ہی گیا ہے۔۔لیکن تم جانتی تو ہو۔آج کل کے مردوں کو کیسی بیویاں چاہیئں؟" وہ معنی خیز انداز میں سوالیہ بولی۔

"امم۔۔بس سکینہ۔۔۔بے فکر رہو۔۔میری صباء کے نصیب بہت جلد چمک جائیں گئے۔۔"وہ مستقبل کے لیئے خوش آئین تھی۔

"مگر۔۔سنو آپا۔۔۔ہاجرہ آپا کہہ رہیں تھیں۔جہیز ذرا اعلیٰ قسم کا دیں۔۔خاندان والوں کے سامنے عزت کا سوال ہے نا۔۔"سکینہ آپا پان منہ میں ڈالتے ہوئے ذرا شاطرانہ انداز میں بولی۔

"بے فکر رہو سکینہ! گھر بھر دوں گی انکا سامان سے۔۔"وہ مسکراتے مسکراتے چند لمحوں کے لیے سنجیدہ ہو گئی۔۔شاید سوچ رہی تھی کہ جہیز آئے گا کہاں سے؟؟

"کیا ہوا آپا۔۔کس سوچ میں پڑ گئی؟؟؟"

"ارے۔۔ن۔نن۔۔نہیں کچھ نہیں۔۔"وہ بمشکل ہی مسکرائی۔

"میں تو آپا۔۔شادی پہ دس کلو مٹھائی، دس ہزار نقد اور ایک جوڑا ضرور لوں گی۔۔"اس نے

اپنی ڈیمانڈ بتاتے ہوئے پان منہ میں ڈالا۔

"ہاں۔۔ بھئی۔۔ کیوں نہیں۔۔" ثریا نے اسکا چہرہ بغور دیکھا اور کسی گہری سوچ میں پڑ گئی۔

اس نے پان دان میں پان کا تھوک اگلا اور دوبارہ سے پان کھانے لگی۔ "ارے آپا؟ کیا سوچنے لگی؟؟"

اس نے اپنی آنکھیں جھپکا کر اسے دیکھا۔ "نہیں کچھ نہیں۔۔"

"میں جانتی ہوں آپا کہ تم کیوں پریشان ہو؟ دیکھو بہن۔۔ کسی نہ کسی پہ توبھروسہ کرنا ہی پڑتا ہے نا۔۔ اور یہ لوگ تو ہیں بھی نہایت شریف۔۔ بااخلاق اور خاندانی۔۔۔"

اسکی بات سن کر وہ دوبارہ سے کسی گہری سوچ میں محو ہو گئی۔

****

"میں جانتی ہوں بابا میری خوشی کو ہی اہمیت دیں گے۔۔۔ مگر امی کے منہ سے بیٹی کا لفظ سن کر تو ایک لمحے کے لیے لگا جیسے دنیا رک سی گئی ہے۔۔ مگر کیا صرف ضرورتوں کے لیے ہی میں بیٹی ہوں؟" وہ رات کی تاریکی میں اسٹڈی ٹیبل پہ اپنی ڈائری رکھے ساری باتیں لکھ رہی تھی۔

"نجانے صبح کیا ہو گا۔۔ کل پہلی دفعہ میں اکیلی دنیا کا مقابلہ کرنے نکلوں گی۔۔۔ سرمد بھائی اور زویا۔۔۔ بہت مس کروں گی میں آپ دونوں کو۔ آپ لوگ نہ ہوتے تو نجانے میں یونیورسٹی میں پڑھ بھی پاتی یا نہیں۔۔" وہ آہ بھرتے ہوئے لیمپ کی روشنی میں ٹیبل پر ڈائری رکھے ہوئے کرسی پر بیٹھی تھی۔ وہ اپنا حالِ دل لکھتے ہوئے کافی آبدیدہ تھی۔ آنسو اسکی آنکھوں سے ٹپ ٹپ بہہ رہے تھے۔

"یا اللہ۔۔۔ میری مدد فرمانا۔۔۔ آج مجھے میری امی کی شدت سے یاد آرہی ہے۔۔ دل کی باتیں نجانے کس سے شیئر کروں۔۔ کس سے؟؟ مگر میری ڈائری۔۔ تو مجھے ہمیشہ وہ آنچل دینا جہاں میں اپنے سارے غم بانٹ سکوں۔۔" وہ آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے ڈائری پر سب

تحریر کرنے کے بعد اسے بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور سونے کے لیے بیڈ پر آگئی جہاں صبا اور گڑیا پہلے سے ہی سو رہیں تھیں۔

اپنی اور عابد صاحب کی دن میں ہوئی گفتگو کو سوچتے ہوئے وہ نیم انداز میں مسکرائی۔"بابا پلیز پلیز۔۔"وہ ضد کرتے ہوئے ان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"مگر بیٹی۔۔۔"وہ دھاگے میں موتی پروتے پروتے رک گئے۔"ضرورت ہی کیا ہے آخر جاب کی۔" انہوں نے آنکھوں پہ لگی عینک کو ذرا اوپر کو کیا اور اسے بغور دیکھا۔

"بابا۔۔۔ضرورت نہیں ہے۔۔ مگر میں کچھ سیکھنا چاہتی ہوں۔۔ تجربہ انسان کو بہت کچھ سیکھا دیتا ہے۔۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔ تم کیسے؟؟"اس سے پہلے وہ بولتے اس نے انکی بات کاٹی۔

"بابا۔۔بے فکر رہیے آپ۔۔خود اعتمادی آجائے گی مجھ میں۔۔۔پلیز۔۔۔مان جایئے نا۔۔"

آخر اسکی ضد کے آگے وہ مان ہی گئے۔"اچھا۔۔اچھا۔۔ٹھیک ہے۔۔ مگر اپنا خیال رکھنا۔" انہوں نے ہار کو گرہ لگاتے ہوئے تیار شدہ ہاروں پہ رکھا۔

"جی۔۔بہت پیارا بن گیا ہے ہار بابا۔۔"ہار کو دیکھتے ہوئے اسکی آنکھوں میں گہری چمک تھی۔ سلور موتیوں میں ہلکے گلابی رنگ کی آمیزش تھی، جو ہار کو بے انتہا خوبصورت بنا گئے تھے۔

"ہاں۔یہ لو۔۔۔یہ تم رکھ لو۔"انہوں نے ہار اٹھا کر اسے دیا۔

"ارے۔۔ نہیں نہیں بابا۔۔میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔۔"اس نے ہار پکڑ کر واپس رکھنا چاہا مگر انہوں نے زبردستی ہار اسے تھما دیا۔

"نہیں۔رکھو تم۔۔ تمھیں اچھا لگا نا؟"

"جی بابا! وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔"

"اگر مگر۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔رکھو۔۔اللہ تمہیں خوش رکھے بیٹا۔۔" انہوں نے اسے دعائیہ کلمات سے نوازا۔

"شکریہ بابا۔۔"اس نے ہار کو دیکھا اور ان پہ صدقے واری گئی۔"پیارے بابا۔۔آپ سارے جہاں سے اچھے ہیں۔۔آپ سا کوئی نہیں۔۔"

اپنے اور ان کے مابین ہونے والی گفتگو کو سوچ کر وہ مسکرا رہی تھی۔اس نے اپنے گلے میں ہار پہن کر اسکو ہاتھ لگایا اور ان کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے سو گئی۔

****

وہ حسبِ معمول بناء اسکی اجازت لیئے اسکے آفس میں داخل ہوا۔وہ کرسی پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔" ارمان! کیا ہو رہا ہے بھئی؟؟"اسکا لہجہ شرارت بھرا تھا۔

اس نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔وہ سمجھ گیا کہ اسے اسکے بیٹھنے کا انداز برا لگا۔

"اچھا۔۔بتاؤ نا۔۔ہوا کیا ہے؟ آگ بگولہ کیوں ہو؟"

"ہونا کیا ہے۔۔"وہ ذرا تیکھے لہجے میں بولا۔

"اففف۔۔ہوا کیا ہے آخر؟موڈ کیوں آف ہے تمہارا؟؟" وہ اسے مزید تنگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اسکے پاس پڑے بسکٹ کھانے لگا۔

جس پہ اس نے دوبارہ گھور کر اسے دیکھا۔

"تم تو جانتے ہو۔۔یہ کینڈی میری فیورٹ ہے۔۔" وہ مزے سے بسکٹ کھا رہا تھا۔

"ایک بھی ڈھنگ کا بندہ نہیں ہے یہاں۔ٹائم ہی ویسٹ کیا آج انٹرویو لے کر۔۔" وہ غصہ سے بولا۔

"بریک کے بعد۔۔بے فکر رہو۔۔۔کیا پتہ کوئی ڈھنگ کا بندہ بلکہ بندی مل ہی جائے۔"اس

نے ہنستے ہوئے اس کو ریلیکس کرنا چاہا۔

"مجھے نہیں لگتا۔۔" وہ کندھوں کو اچکاتے ہوئے بولا اور پھر پاس پڑے فون پر کال ملاتے ہوئے ریسیپشنسٹ کو بریک کے بعد انٹرویو لینے سے منع کیا۔

"اوئے۔۔ منع کیوں کر رہے ہو؟؟"

"بس۔۔ میرا دماغ خراب کر دیا ہے لوگوں نے۔ نجانے کراچی کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ اتنے کوالیفائیڈ ہونے کے باوجود کامن سینس ہی نہیں۔ میں نے پوچھا۔ آپکی سامنے والی دیوار کا رنگ وائٹ ہے تو پیچھے والی کا رنگ کیا ہو گا۔"

"ہاں۔۔۔ تو۔۔" وہ مسکراتے ہوئے اسکی بات کا انتظار کرنے لگا تھا۔

"پتہ ہے۔۔" اس کا تجسس بڑھاتے ہوئے وہ رکا۔ "جواب ملا۔ سوری۔۔ اور پیچھے مڑ کر رنگ کی تصدیق کرنے لگے۔ اس قدر پور ابزرویشن ہے لوگوں کی۔۔۔" اس کی بات پہ شکیل کھکھلا کر ہنسا۔

"تم نے تو حد کی ہی کی۔۔ مگر۔۔۔ اس نے بھی حد کر دی۔۔" جبکہ ارمان اسکی ہنسی کو دیکھتے ہوئے دھیما سا مسکرایا ہی اور فائل کا بغور مشاہدہ کرنے لگا۔ "پتہ نہیں یہ یونیورسٹی والے اسٹوڈنٹس کو کیا سکھا کر ڈگری دیتے ہیں؟"

"کوئی اور سوال کر لیتے۔۔ تم بھی نا! خوامخواہ کامن سینس کے چکر میں پڑے ہوئے ہو۔۔" وہ کھسیانی ہنسی ہنسا۔

"بیٹا۔۔ بعد میں ایسے ایمپلائی کو رکھ کر رونے سے اچھا ہے ابھی تمہاری یہ ہنسی برداشت کر لوں۔۔ ویسے بھی مجھے ایسا انسان چاہیئے جو میری سوچ سے بڑھ کر سوچتا ہو۔۔" وہ تفہیمی انداز میں بولا۔

"تمہاری سوچ سے بڑھ کر تو پھر تمہاری بیوی ہی سوچے گی میرے دوست۔۔ایسا کرو لڑکی ڈھونڈو۔۔اور شادی رچاؤ۔۔" وہ آنکھ مارتے ہوئے شرارتی انداز سے بولا۔

"فی الحال تو تم جاکر جواد بھائی کو ڈھونڈو۔۔اور فرسٹ فلور کے لیبر ڈیپارٹمنٹ سے میٹنگ کے لیئے پوائنٹ نوٹ کرو۔۔"اس نے اسے ایک لمبا چوڑا کام دیا تو وہ منہ بناتے ہوئے وہاں سے چل دیا۔

وہ باہر نکلا تو اسکا پہلا دھیان ہی اس پہ پڑا جو سر پہ کالے رنگ کا اسکارف اور ہاتھ میں نیلی فائل لیے آگے بڑھتے ہوئے ریسیپشنسٹ سے بات کر رہی تھی۔

"ایکسکیوز می؟"کاؤنٹر پہ موجود لڑکی نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر کمپیوٹر پہ اپنا کام کرنے لگی ۔

"جی۔مس مسکان از ہیئر۔انٹرویو کب تک ہو گا میم؟؟؟"اس نے انتہائی ادب سے سوال کیا۔

"سوری میم۔۔آج انٹرویو نہیں ہو سکے گا۔"اس نے اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"مگر۔۔۔مگر کیوں؟؟"اس نے رونی صورت بنا کر پوچھا۔

شکیل نے اسے ترس کھا کر دیکھا۔اس نے چاہا کہ وہ آگے بڑھ کر اس سے بات کرے۔لیکن اس سے پہلے وہ آگے بڑھتا،ریسیپشنسٹ نے اسے جواب دیا تو وہ آگے بڑھتا بڑھتا رک سا گیا۔

"ان فیکٹ۔۔۔۔سر بزی ہیں ذرا۔"اس نے اتنا ہی کہا اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی جبکہ وہ خاموشی سے اسکی بات سنتے ہی وہاں سے چلی آئی۔

تین گھنٹے انتظار کرتے کرتے اسکی ٹانگیں اور کمر تھک چکی تھی۔ایک لمبی قطار کا انٹرویو ہو گیا تھا

لیکن اسکی باری آنے سے پہلے ہی اسے انٹرویو کے لیئے صاف اور واضح الفاظ میں جواب دے دیا گیا۔ امید کی کرن اس طرح بجھے گی اسے اندازہ نہیں تھا۔

****

" کچھ ہاتھ ہی بٹا دیا کرو تم۔۔۔" وہ گڑیا کو باتیں سنانے میں مصروف تھی۔ "جب دیکھو کالج سے آتے ہی فون کے پاس بیٹھ جاتی ہو۔۔۔ یا پھر ٹی وی یا رسالہ۔۔۔" وہ غصہ کرتے ہوئے آٹا گوندھ رہی تھی۔

"امی۔۔۔" وہ زچ ہوتے ہوئے بولی۔ "مجھ سے نہیں ہوتے یہ کام۔۔" اسکا نخرہ عروج پہ تھا۔

"اور پلیز۔۔۔۔ مجھے ڈانٹا کریں۔۔۔ مگر ذرا پیار سے۔" اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ مسکرائی۔

"اچھا۔۔ اچھا۔۔ جا کر ذرا دال کو بھگار لگا دو۔" وہ ذرا نرمی سے حکمیہ انداز میں بولی۔

"ابھی کل ہی مینی کیور کیا ہے۔۔ پتہ نہیں مجھے کیوں کچن میں بھیج دیتی ہیں۔" وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اٹھی۔ "دال بنانا ضروری تھا؟"

"میری بات سنو تم۔۔" اس تک اسکی بات واضح پہنچ چکی تھی۔ "ناشکری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ آئی سمجھ۔۔"

اس کے چہرے کے بدلتے زاویے دیکھ کر وہ اسکے سامنے سے تیزی سے ہٹ گئی اور کچن میں چلی گئی۔

" حالات ایسے ہی ہیں کہ دال پک جائے تو بڑی بات ہے۔۔ اور یہاں ان سب کو نخرے آتے ہیں۔۔" وہ گڑیا کے جانے کے بعد بڑبڑاتے ہوئے خود سے الجھنے لگی۔

وہ دروازے سے داخل ہوئی تو اس نے اپنا لہجہ خوشگوار کیا۔ "آ گئی میری بچی۔۔" اس نے آٹے کو ڈبے میں ڈالا۔ "گڑیا۔۔ پانی لاؤ بہن کے لیئے۔ بیٹھ جاؤ۔۔" اس نے کرسی کو گھسیٹ

کر اسکے سامنے کیا۔

تھوڑی ہی دیر میں گڑیا پانی کا گلاس لے کر آگئی۔ "شکریہ گڑیا۔۔" اس نے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑا۔ اسکے چہرے پہ پسینہ دیکھ کر وہ پیڈسٹل فین اسکے لیئے گھسیٹ لائی۔

"اسکارف ڈھیلا کرلو آپی۔۔" اس نے اتنا کہا اور کچن کی جانب بڑھی۔

"ملی کوئی نوکری۔۔" وہ جلد ہی مطلب کی بات پر آئی۔ گویا اسکی طرف سے تفشیش کا مرحلہ شروع ہوا۔

وہ پانی کا گلاس منہ کو لگانے ہی والی تھی کہ اس کی بات سن کر رک سی گئی۔ "ن۔۔ نن۔۔ نہیں۔۔ لیکن۔۔" الفاظ اسکے حلق میں پھنس گئے۔ "کل ایک اور جگہ جاؤں گی۔" اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا۔

ابھی پنکھے کی ہوا سے اسکا پسینہ خشک نہیں ہوا تھا کہ اسکی باتوں سے اسکا سانس خشک ہونے لگا۔

"تو آج کیا ہوا؟" اس نے تیوری چڑھائی۔

"انٹرویو نہیں ہوا۔۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بولی۔ اس سے پہلے وہ مزید کوئی سوال کرتی، وہ اسکی نظروں کے سامنے سے اوجھل ہوگئی۔

" لو بھلا یہ کیا بات ہوئی۔۔۔ انٹرویو نہیں ہوا۔۔ اونہہ۔" وہ ناک سکیڑتے ہوئے بولی۔

"صاف کیوں نہیں کہتی کہ نوکری ہی نہیں کرنی۔۔۔"

وہ اپنے کمرے میں تیزی سے داخل ہوئی۔ بیگ ایک سائیڈ پہ پھینکا اور اسکارف کو کھینچ کر غصہ سے اتارا۔ "کیوں۔ کیوں ایسا ہی ہوتا ہے میرے ساتھ۔" وہ خود کو کوستے ہوئے اشک بار ہوئی۔ "امی کی مجھ سے نرمی صرف مطلب کے لیے ہی کیوں؟" وہ آنسوؤں کو ضبط کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔

خود کو لاکھ سمجھانے کے بعد وہ خود کو پر سکون کر پائی تھی۔اس نے خود کو فریش کیا، ظہر کی نماز ادا کی اور کچھ دیر کے لیئے سو گئی۔گڑیا دوپہر کے کھانے کے لیئے اسے بلانے آئی مگر اسے تھکا ہارا سویا ہوا دیکھ کر وہ واپس چلی گئی۔

گڑیا، صباء اور ثریا گھر کے دوسرے کمرے میں شادی کے لیئے جہیز کے سامان کی لسٹ تیار کر رہی تھیں۔اس لیئے ان میں سے کوئی اسے جگانے نہیں آیا۔

قریب پانچ بجے کے قریب اسکی آنکھ کھلی۔نیند ابھی بھی آنکھوں میں سمائی ہوئی تھی اور جسم ابھی بھی تھکن سے چور تھا لیکن نماز کا بلاوا تھا، سو اسے اٹھنا ہی پڑا۔عصر کی نماز کے بعد وہ کچن میں آئی۔فریج میں پڑے چاولوں کو نکالا اور انہیں بناء گرم کیئے ہی کھانے لگی۔

"آج تو پہلا دن تھا کوشش کا۔۔۔اور میری تو آج ہی بس ہو گئی ہے۔۔۔آگے کیا ہو گا؟؟"

ایک عجیب خوف نے اسے آگھیرا تھا۔فریج میں سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر اس نے گلاس میں پانی انڈیلا اور گھٹا گھٹ پی گئی۔

پیٹ بھرا تو وہ گھر کی چھت پہ آگئی۔اسکے پر سکون ہونے کے لیئے گھر کی چھت پہ موجود پرندے ہی کافی تھے۔"زندگی کو محض گزارنا ہی نہیں۔۔بلکہ جینا بھی ضروری ہے۔مگر کتنے عجیب لوگ ہیں نا۔زندگی گزارتے گزارتے یہی سوچتے ہیں کہ جی رہے ہیں۔۔۔امی کو بھی شاید ایسا ہی لگتا ہے۔میں تو جینا چاہتی ہوں۔۔۔۔کئی ارمان ہیں میرے دل میں۔۔۔پتہ نہیں امی کب سمجھیں گی مجھے۔میں تو ان کی محبت میں جینا چاہتی ہوں۔۔۔۔مگر وہ صرف مطلب کے لیئے ہی کیوں مجھ سے بات کرتی ہیں۔۔"شام کے وقت ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرتے ہوئے اپنے پرندوں کو باجرہ ڈالنے کے بعد دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی، وہ خود سے باتیں کر رہی تھی۔اس نے اپنی نیلی چڑیا کو ہاتھ میں لیا، جو اسے اپنی جان سے زیادہ پیاری تھی۔اس نے اسکی ٹانگ کو بغور دیکھا جس پر لگا زخم اب مندمل ہو چکا تھا۔

"شکر ہے تم ٹھیک ہو گئی ہو۔۔" وہ اسکے نرم مخملی چہرے کو اپنے گالوں کے ساتھ لگاتے ہوئے خوشی سے بولی۔ کیونکہ اک یہی وہ جگہ تھی، جہاں اسکے چہرے پہ اصلی مسکراہٹ نمودار ہوا کرتی تھی۔

* * * * * * * * *

پس منظر 1

مسکان کی ماں کی وفات کے بعد عابد صاحب نے مسکان کی خاطر اپنی دور کی رشتہ دار ثریا سے شادی کی، جو بیوہ اور ایک بیٹی کی ماں تھی جس کی عمر دس سال کے قریب تھی۔ عابد صاحب نے تو اسکی بیٹی صباء کو سگی بیٹی کی طرح پیار دیا مگر ثریا مسکان کے لیے سوتیلے پن کا لیبل ہٹا نہ سکی۔ لاہور میں موجود حویلی کو ملازموں کے حوالے کر کے اور کوارٹروں کو کرایہ پہ دے کر ثریا نے لاہور سے کراچی شفٹ ہونے کی ضد کی۔ جسے چار و ناچار عابد صاحب کو ماننا ہی پڑا۔ مسکان کے لیے یہ سب بہت مشکل تھا۔ لاہور میں اسکی ماں کی یادیں تھیں، جنہیں چھوڑ کر آنا اسکے بس میں نہیں تھا۔ بھلے ہی وہ تب سات سال کی تھی، لیکن اپنی ماں کو کھو دینے کے بعد اب وہ اپنے بابا سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ کوارٹروں سے آنے والے کرایوں سے ہی اس کی ساری پڑھائی کا خرچہ پورا ہوتا رہا اور کچھ اسکالرشپ سے وہ اپنا ایم۔ بی۔ اے کا خواب پورا کر سکی مگر پھر بھی اسکا ایک خواب ادھورا تھا۔ اور وہ تھا۔ "ماں کی محبت کا خواب۔۔"

* * * * * * * * *

جوں ہی وہ گھر میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا۔ "کتنی بے رونقی ہے نا گھر میں۔۔۔" گھر کے اندر داخل ہوتے ہی حسن صاحب بولے۔

"آ گئے پاپا آپ۔۔" ثناء مسکراتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر آ کر بولی۔

"ہاں۔" انہوں نے اپنی ٹائی ڈھیلی کی اور تھکے تھکے لہجے میں جواب دیتے ہوئے، صوفے پہ آ

موجود ہوئے۔

"کہاں ہیں سب؟؟" انہوں نے گھر کے چاروں اطراف میں دیکھا۔

"اوپر ہی ہیں دونوں۔۔" ابھی وہ ان سے بات کر ہی رہی تھی کہ دونوں جانی دشمنوں کی طرح لڑتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے آرہے تھے۔

"لیجیئے۔۔۔ آگئے۔۔" اسکی طرف سے قہقہہ بلند ہوا۔

"اوہ ہو۔۔۔ آرام سے۔ آرام سے۔" ان کی جھڑپ سے وہ خود میں سمٹ کر رہ گئے۔

"لیجیئے۔۔۔ ہو گئی رونق۔۔ میں پانی لاتی ہوں آپکے لیئے۔۔۔ آپ ان دونوں کی سنیئے۔۔" وہ مسکراتے ہوئے وہاں سے کچن میں چلی گئی۔

"تایا جان۔۔ یہ شوخا۔۔ مجھے میرے نوٹس واپس نہیں کر رہا۔۔" حیا نے منہ پھلاتے ہوئے اس کی شکایت کی۔

"کبھی لیپ ٹاپ اور اب نوٹس۔۔ آخر کب بڑے ہوگے تم دونوں؟"

"تایا جان۔۔" اس نے رونے والے انداز میں کہا۔

بس انکی یہی ایک کمزوری تھی۔ ابھی وہ ٹھیک طرح سے رو ہی نہیں پائی تھی کہ ان کا کلیجہ منہ کو آگیا۔ وہ اپنی بیٹیوں کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"شاہ میر!" انہوں نے تنبیہی نگاہ اس پہ ڈالی۔ "واپس کرو حیا کے نوٹس۔۔"

"پاپا۔ آپ بھی نا۔۔۔ میں کاپی کر کے دے ہی دوں گا۔۔ کھا تھوڑی نہ جاؤں گا اسکے گولڈن نوٹس۔" وہ حیاء کی طرف دیکھتے ہوئے، اسے آنکھیں نکالنے لگا۔

"تایا جان۔" وہ بچوں کی طرح رونے والے انداز میں بولی۔ "دیکھیئے ذرا۔۔ کیسے آنکھیں نکال رہا ہے یہ مجھے۔۔۔"

"شاہ میر۔۔" انہوں نے ذرا سختی سے اسکا نام لیا۔ حکم صاف اور واضح جھلک رہا تھا۔

"یہ لو۔۔۔ پکڑو۔۔۔ چڑیل۔۔۔" اس نے زیرِلب منہ بسورتے ہوئے کہا اور اسکے نوٹس بمشکل ہی اسے واپس کیے۔

"کیا؟؟؟" وہ پھٹ پڑی تھی۔ اسکا اسے چڑیل کہنا، صرف وہ ہی سن پائی تھی۔

"تایا جان اس نے مجھے چڑیل کہا ہے۔" وہ شکایتی انداز میں بولی۔

"میں نے کب کہا؟؟" وہ جھوٹ بولتے ہوئے مسکرایا۔

"کہا ہے اس نے۔۔" وہ اپنی بات پہ بضد تھی۔

"اوہ ہو۔۔۔" انہوں نے ہنستے ہوئے ان دونوں کو دیکھا اور سوالیہ انداز میں بولے۔ "کب بڑے ہوگے تم لوگ؟؟"

"یہ تو کبھی بڑی نہیں ہوگی۔۔ لکھ لیجئے پاپا۔۔"

"شاہ میر کی بات پہ اس نے حسن صاحب کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھا۔

"خیر۔ شاہ میر۔۔۔ چلو سوری بولو۔۔" وہ حکمیہ انداز میں بولے۔

"پاپا۔۔" اس نے ایک نظر ان پر زچ ہو کر ڈالی تو دوسری طرف حیا پر، جو کھڑی فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"سوری۔۔" وہ بمشکل ہی سوری کہہ پایا تھا۔

وہ اس کے منہ کی طرف دیکھ کر غصہ سے گھورنے لگا اور وہ تھی کہ مسلسل فاتحانہ انداز میں مسکرائے جا رہی تھی۔

"یہ میں نے دل سے نہیں کہا۔۔ پاپا نے فورس کیا ہے۔۔ اور فورس فُلی کسی سے سوری اگلوانے سے تم جیت نہیں سکتی۔۔ سمجھی۔۔" وہ اسکے قریب گیا اور آہستہ آواز میں اسکے کان میں بولا۔

"عزت مآب! آپکی اجازت ہو تو مجھے یہ نوٹس دے سکتی ہیں؟؟ فوٹو کاپی کروا کر ابھی اور اسی وقت آپکو دے دوں گا۔۔" حسن صاحب نے اسے خوب گھورا تو اس نے بات کا زاویہ بدلا۔

وہ اتنی عزت سے اس سے کیسے بات کر سکتا ہے؟ وہ حیران تھی۔ لیکن جس انداز سے وہ بات کر رہا تھا، اسے حسن صاحب کے سامنے اسے اپنے نوٹس چارو ناچار پکڑانے ہی پڑے۔ اب کے شاہ میر فاتحانہ انداز میں مسکرا دیا۔

"صبح جاگنگ پہ چلو تم بھی میرے ساتھ۔۔ تاکہ تمھاری یہ چربی ختم ہو۔۔" انہوں نے اسکی جسامت کو واضح طور پہ ٹارگٹ کیا۔

اسکے چہرے پہ پھیلی مسکراہٹ یکدم غائب ہو گئی۔

حیا نے اپنا ہاتھ منہ پہ رکھتے ہوئے اپنی ہنسی کو ضبط کیا۔ اس سے اسکی استہزائیہ مسکراہٹ برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے ہی خود کو ضبط کر پایا تھا۔

"موٹا کہیں کا۔۔" آخر وہ بھی حیا تھی۔ کہاں کوئی حساب رکھنے والی تھی۔ اس نے دھیمی آواز میں اسے اس خطاب سے نوازا۔

"خود تو جیسے کترینہ کیف ہونا۔۔" اس نے بھی آہستگی سے حساب چکتا کیا۔

دونوں کو پھر سے الجھتے دیکھ کر انہوں نے زور سے ہنکارا تو دونوں ایسے معصوم ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

****

پس منظر 2

حسن صاحب شہر کے مشہور جج تھے۔ ریٹائرڈمنٹ کے بعد انہوں نے اپنے کاروبار کو وقت دینا شروع کیا۔ حسن صاحب کا چھوٹا بھائی محسن شہباز ایک حادثہ میں چل بسا تھا۔ حیاء انکی بیٹی تھی۔ بھائی کی وفات کے بعد حسن صاحب نے حیاء کو کبھی باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ جواد اور ثناء کی پسند کی شادی ہوئی تھی جس میں جواد کے چچا چچی نے ہی شرکت کی تھی۔ ثناء کی ضد کے آگے مجبور ہو کر حسن صاحب کو دونوں کی شادی اس شرط پہ کروانا پڑی کہ جواد گھر داماد

بن کر رہے گا۔ کیونکہ جب سے انکی بیوی کی وفات ہوئی تھی، اسی نے ہی اپنے بہن بھائیوں کو سنبھالا تھا۔ اسی لیے وہ اسے اپنے گھر سے دور نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جواد نے انکی شرط کو پورے دل سے قبول کیا اور یوں انکے گھر کے فرد کی حیثیت کے طور پہ ان کے ساتھ رہنے لگا۔

ارمان اور شاہ میر دونوں بھائی تو تھے مگر دونوں کی عادات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ایک بے حد دل پھینک تو دوسرا محبت کے نام سے ہی کوسوں دور بھاگتا تھا۔ یہی نہیں دونوں کے حلیے میں بھی زمین آسمان کا فرق تھا۔ شاہ میر جسامت کے لحاظ سے تھوڑا موٹا مگر خوبصورت تھا۔ یہ موٹاپا اسے اچھا لگتا تھا لیکن حسن صاحب اس کے دن بہ دن موٹا ہونے سے تنگ تھے۔ جبکہ ارمان کی شخصیت کسی ہیرو سے کم نہیں تھی۔ اگر کبھی وہ کالے رنگ کا تھری پیس پہن لیتا تو پورے آفس میں موجود کام کرنے والی لڑکیوں کی توجہ کا مرکز وہی ہوتا۔ لیکن اسے ان سب چیزوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اگر اسکے لیے کچھ خاص تھا تو صرف "حسن انٹرپرائزز۔۔" وہ بس یہی چاہتا تھا کہ اسکی کمپنی دن بہ دن ترقی کرے۔

****

"کیسے عجیب لوگ ہیں اس دنیا میں بھی۔۔ سمجھتے ہیں کہ ان کے ایک حکم پر دنیا چلے گی۔۔ جب چاہا بلا لیا اور جب چاہا کہہ دیا کہ بزی ہیں۔" وہ دوبارہ اسی آفس سے کال آنے کے بعد سوچنے لگی تھی، جہاں گزشتہ روز، وہ انتظار کر کر کے واپس آگئی تھی۔ مگر آج اسے پھر سے اسی آفس سے دوبارہ انٹرویو کے لیے کال آئی تھی۔

"جی تو چاہتا ہے کہ جاؤں ہی نا۔ مگر جانا تو ہو گا۔۔ امی کے لئے۔۔ گھر کے لئے۔" وہ کافی افسردہ تھی۔ مگر پھر بھی اس نے جاب پہ جانے کی تیاری پکڑی۔

وہ بس اسٹاپ پہ آئی اور بس کا انتظار کرنے لگی۔ شدید دھوپ کے باعث گرمی کی شدت سے وہ پسینے میں شرابور ہو چکی تھی۔ سر پہ لیئے حجاب کی وجہ سے اسے بالوں میں بھی پسینہ آنا شروع ہو گیا تھا۔ اس نے پانی کی بوتل بیگ میں سے نکالی اور اسے منہ لگاتے ہوئے پانی کا ایک گھونٹ بھرا۔

کچھ ہی دیر بعد گاڑی اسٹاپ پہ پہنچی۔ کافی دھکم پیل کے بعد آخر اسے گاڑی میں سوار ہونے کی جگہ مل ہی گئی۔

انٹرویو کے لیے دیے گئے وقت سے دس منٹ تاخیر سے وہ وہاں پہنچی۔ آفس میں داخل ہوتے ہی وہ کاؤنٹر پہ کھڑی لڑکی کے پاس آئی۔

"ایکسکیوز می۔۔"

"جی۔۔۔" مسکراتے ہوئے ریسیپشن پر کھڑی لڑکی اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اسے دوسری مرتبہ دیکھ رہی تھی۔ سر پہ لیئے حجاب کو دیکھ کر اس نے اسے سر تا پا دیکھا مگر وہ پھر بھی پر اعتمادی سے سوالیہ بولی۔ "مس مسکان از ہئیر۔ مجھے انٹرویو کے لیے کال آئی تھی۔۔ تو کب تک ہو گا انٹرویو؟"

"جی۔۔" اس نے کمپیوٹر پہ اسکی اپائنٹمنٹ چیک کی، اور پھر دوبارہ بولی۔ "آپ ذرا ویٹ کیجئے لنچ بریک کے بعد۔۔"

"لنچ بریک۔۔" اس نے حیران ہوتے ہوئے اسی کے الفاظ دہرائے۔ "لیکن مجھے تو بارہ بجے کا کہا گیا تھا۔۔"

"جی۔۔ لیکن اب بارہ بج کر پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔۔ نماز اور لنچ بریک ہے۔۔ اسکے بعد۔ آپ بیٹھیے۔۔" وہ اسے بیٹھنے کے لئے اشارہ کرتے ہی اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ اور پھر کچھ دیر کے بعد خود بھی وہاں سے لنچ کے لیے چلی گئی۔

"ٹھیک ٹائم پہ تو نکلی تھی۔۔اب رش اتنا تھا تو کیا اس میں بھی میرا قصور ہے؟ کراچی کی سڑکوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔۔۔" وہ اکتاہٹ اور بیزاری سے خود کے ساتھ الجھنے لگی۔

وہ بیٹھے بیٹھے تھک چکی تھی کہ اچانک اس کی نظر آفس سے نکلتے ہوئے ایک آدمی پر پڑی وہ سمجھ گئی کہ یہی انٹرویو لینے والا ہو گا۔

"ایکسکیوز می۔۔سر۔۔"اس نے ایک نظر ریسیپشن پر ڈالی، جہاں کوئی نہیں تھا۔

بلآخر اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے اسے بلایا۔لنچ بریک تھی سو ریسیپشن پر کوئی نہیں تھا۔اس لئے اس کے لیے اس سے بات کرنا بہت آسان ہو گیا تھا۔

"ایکسکیوز می۔۔سر۔۔"

وہ خاصا عجلت میں تھا۔"جی۔میں تھرڈ فلور پر آکر ساری سچوئیشن کو خود دیکھتا ہوں۔"وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

"ایکسکیوز می۔۔سر۔"وہ ذرا اور ہمت کرکے مزید آگے بڑھی۔

سفید شرٹ اور بلیک پینٹ کوٹ میں وہ خاصا ڈیسنٹ معلوم ہو رہا تھا۔لیکن اس وقت وہ اسے زہر لگ رہا تھا۔

"ایکسکیوز می۔۔"اس نے مکرر کہا۔

"بھائی جواد۔۔دیکھیئے گا ذرا انکو۔۔"وہ عجلت میں تھا اسی لیئے،اسے بناء دیکھے ہی وہاں سے تیزی سے نکل گیا مگر جواد کو جاتا جاتا کہہ گیا کہ وہ اس کا انٹرویو لے لے۔اس کے ایسے رویے پر اسے غصہ تو آیا مگر وہ چپ رہی۔

آخر کہہ بھی کیا سکتی تھی؟نہ تو اسکے پاس کوئی عہدہ تھا اور نہ کوئی اختیار۔

جواد اسکے قریب آیا۔"جی۔۔کہیے۔۔"جواد نے نیچے سے لے کر اوپر تک اسکا جائزہ لیا۔

"وہ۔۔۔سر۔۔۔مجھے انٹرویو کے لیے کال آئی تھی مگر۔"وہ بات کرتے کرتے رک گئی۔

"مگر؟؟" جواد نے اسکی بات دہرائی۔

"مگر یہ کہ سر روز روز ایسے ہی ہوتا ہے یہاں؟؟" وہ ذرا سنجیدہ لہجے میں اس سے بولی۔

وہ اس کی کسی بھی بات کا جواب دیے بنا ہنس دیا۔ "سوری فار ان کنوینینس۔۔ آیئے۔۔" وہ اسے اپنے آفس روم کی طرف جانے کا اشارہ کرتے ہوئے مسکرایا اور خود بھی اسکے ساتھ چل دیا۔ "آیئے۔۔ ہیو اے سیٹ پلیز۔۔" کرسی پہ بیٹھتے ہی اس نے اپنی سی۔وی۔ اسکے سامنے رکھی۔

وہ خود اپنی کرسی پہ آموجود ہوا۔ "جی کہیے مس؟؟" وہ انتہائی ادب سے بولا تو اس نے اپنا تعارف کروایا۔

"جی مسکان عابد۔۔"

"امم۔۔جی۔۔۔تو مس مسکان۔ یور کوالیفیکیشن؟؟"

"جی۔۔۔ایم۔بی۔اے۔" وہ پر اعتمادی سے بولی۔

"گڈ۔۔" اس نے اسے سراہا۔

"وائے ڈو یو وانٹ دِس جاب؟؟" وہ قدرے گہری دلچسپی لیے ہوئے سوالیہ بولا۔

"ایکچوئیلی سر۔۔ آئی وانٹ ٹو ایکسپلور مائی سیلف۔۔"

"تو مس مسکان! اس جاب کی کیا امپورٹنس ہے آپکے لیے۔۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی۔۔میں کچھ سمجھی نہیں۔۔۔" وہ تھوڑا کنفیوز ہوئی۔

"آئی مین۔۔ آر یو اے سنگل پرسن ہو سپورٹ یور فیملی؟" اب کے وہ مسکراتے ہوئے گہری نظروں سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔

"جی۔" وہ اسکے لہجہ کو دیکھ کر بہت زیادہ کنفیوز ہو گئی تھی سو ایک ہی لفظ میں جواب دے پائی تھی کہ " جی۔۔"

وہ ذرا ٹیک لگا کر بیٹھا اور اسکی رکھی گئی سی۔وی۔ کو بغور دیکھنے لگا۔

"سر کس وقت انٹرویو لیں گے ؟" اس سے پہلے وہ کچھ اور پوچھتا اس نے بات کو بدلا۔

"سر تو بہت بزی ہیں۔۔۔ آپ نے شاید دیکھا نہیں۔۔۔ انہوں نے تو ڈائریکٹ مجھے کہہ دیا ۔۔" اس نے بات کو وضاحت سے بیان کرتے ہوئے اس پر گہری نگاہ ڈالی۔

"تو پھر مجھے انٹرویو کے لیے بلایا ہی کیوں؟ جب وہ بزی تھے ؟" اس کے سوال پہ جوادنے کچھ سوچتے ہوئے اسے گہری نگاہ سے دیکھا۔

"وقت کے بہت پابند ہیں سر۔۔" اسکے لہجے کو دیکھتے ہوئے وہ نیم انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

جواباً اس نے اسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھا کیونکہ اسکی پر اسرار مسکراہٹ کا مقصد وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

****

"تو کیسا لگا آپ کو ہمارا نیو ہاؤسنگ پلان؟" اپنے سٹاف سے بات کرتے ہوئے وہ بے حد مطمئن لگ رہا تھا۔

"جی سر بہت خوب۔۔ ہوٹل کے ساتھ ساتھ یہ بھی مناسب رہے گا۔۔" شکیل اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے اسے اسکی پریزنٹیشن پہ داد دے رہا تھا۔

"انشاءاللہ۔۔ مجھے امید ہے آپ سب بہت جلد اس پر کام کرنا شروع کر دینگے۔"

"جی!!" سارے سٹاف نے اشارۃً گردن ہلاتے ہوئے اسکا ساتھ دینے کا عہد کیا۔

"بس ایک بات یاد رکھیے گا۔۔اپنے کلائینٹس کے دل میں جگہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ان کی ڈیمانڈ کو ذہن میں رکھا جائے۔۔وہ کیا چاہتے ہیں؟ کیا ایکسپیکٹ کر رہے ہیں ۔۔سب چیزوں پر پہلے ریسرچ کرنا ضروری ہے۔۔ آر اینڈ ڈی کی رپورٹ کے مطابق ہم کل سے ہی اس پر کام شروع کر دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دن دور نہیں جب ہماری کمپنی دنیا کی ٹاپ ٹین کمپنیز میں سے ہو گی۔۔"اسکی آنکھوں میں اپنے کاروبار کے روشن مستقبل کے لیے ایک عجیب سی چمک تھی۔

"ہاؤسنگ پلان کے ساتھ ساتھ اگر آپ میں سے کسی کے پاس کسی اور پراجیکٹ کا کانسیپٹ ہے جو ہم اس کمپنی میں ہی بآسانی مینیج کر سکیں تو وہ ہم سے ضرور شئیر کرے۔۔ انشاءاللہ ہم اس پہ ضرور کام کریں گے۔۔"

اسکا متحرکانہ مزاج دیکھ کر سب نے تالیاں بجاتے ہوئے، اسے پر امیدی سے دیکھا۔

اسکے موبائل پہ بیل ہوئی۔ جسے اس نے پہلی بیل پہ ہی اٹھایا اور اشارۃً میٹنگ برخاست کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا۔

"آج ذرا ٹائم نہیں میرے پاس۔۔۔بہت کام کرنا ہے ابھی۔۔۔" وہ کافی تھکے تھکے لہجے میں کانفرنس ہال سے باہر آتے ہوئے جواد کو فون پہ آگاہ کر رہا تھا۔

" مگر ارمان۔۔وہ آج ہی ملنا چاہتی ہے۔۔"اس نے ایک نظر اس پر ڈالی جو اس کے سامنے بیٹھی تھی اور پھر اپنی بات مکمل کی۔

"اوہو۔۔۔جواد بھائی۔ آپ دیکھ لیں پلیز! آپ جانتے تو ہیں سب کرائٹیریا۔۔ انشراح کے ساتھ ایک ایمپلائی کی ضرورت ہے۔۔ آپ دیکھ لیں۔۔ویسے بھی میں نے اگر انٹرویو لیا تو ہزار نقص نظر آئیں گے مجھے۔۔ آپ ہی دیکھ لیجیئے۔۔" وہ اپنی ہی کہی بات پہ مسکرایا۔"اچھا! ٹھیک ہے۔ میں کچھ دیر تک فری ہو کر بات کرتا ہوں۔۔"اس نے فوراً سے فون بند کیا۔

"مگر سنو۔۔افففف۔۔"وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔

"سر۔۔۔کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔۔"وہ اس کے جواب کے انتظار میں تھی مگر کوئی جواب نہ پا کر خود ہی پوچھنے لگی۔

"نہیں۔۔۔بالکل بھی نہیں۔۔"وہ فوراً بولا۔

"یو آر سیلیکٹڈ۔۔کانگریجولیشنز۔۔آپ سیکنڈ فلور پہ چلی جائیے۔۔آفس نمبر تھرٹی میں۔۔ مس انشراح آپ کو۔۔کام سمجھادیں گی۔میں انہیں فون کر دیتا ہوں۔۔"

"جی۔۔۔"وہ اسکے سامنے سے اٹھی۔

"مس مسکان"اس نے اسے پیچھے سے پکارا تو وہ جاتے جاتے رکی۔

"جی۔۔"اس نے اسے پلٹ کر دیکھا۔

"یہ لیجئیے۔"اس نے ایک چیک پہ اپنے سائن کیے اور اسکے سامنے چیک کرتے ہوئے اسے بغور دیکھنے لگا۔وہ اسکے چہرے پہ کیا تلاش کر رہا تھا؟وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

"نہیں سر۔"اس نے نفی میں سر ہلایا۔"ابھی تو میرا کام بھی شروع نہیں ہوا۔۔میں یہ نہیں لے سکتی۔"

"ارے رکھو۔۔کام آئیں گے۔۔۔"وہ مسکرایا۔

اسے اسکی بے تکلفی کچھ عجیب سی محسوس ہوئی۔اسکی چھٹی حِس جیسے اسے وارن کر رہی تھی۔

"سوری سر۔۔میں نہیں لے سکتی۔"اس نے تیزی سے وہاں سے نکلنا ہی مناسب سمجھا۔

****

وہ ہاٹل کے سیکنڈ فلور پہ انشراح کا آفس ڈھونڈ رہی تھی۔اسکا آفس تو اسے ملا نہیں۔البتہ ہوٹل کی خوبصورتی نے اسے ہاٹل کے چاروں اطراف میں گھومنے پہ اکسایا۔کاریڈور سے

گھومتے ہوئے وہ ٹیرس تک آئی۔ ٹیرس سے پورا کراچی بآسانی دیکھا جاسکتا تھا۔ ہر چھوٹی بڑی بلڈنگ اسے صاف نظر آرہی تھی۔

"جی۔۔ایکسکیوزمی۔۔"اس نے اسے دیکھا تو آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"جی۔۔"اس نے منہ پلٹ کر اسے دیکھا۔" یہ تو وہی ہے۔انٹرویو لینے والا۔۔"اس نے خود سے سرگوشی کی۔

"کیا ہوا مس۔۔اینی پرابلم؟؟؟"وہ اسے گہری سوچ میں مبتلا دیکھ کر سوالیہ انداز میں بولا۔

"نو۔۔نو۔۔نو پرابلم۔۔"وہ گہری سوچ سے نکلتے ہوئے فوراً بولی۔

"کیسا لگا آپ کو ہمارا ہوٹل؟ہماری سروسز؟؟"اس نے اسکا تاثر جاننے کی کوشش کی۔

"جی۔بس ٹھیک ہی ہے۔۔"اس نے برا سا منہ بنایا اور وہاں سے جانے ہی لگی تھی کہ وہ بولا۔

"ایکسکیوزمی مس۔۔لگتا ہے آپ جلدی میں ہیں۔۔"

"ہاں تو؟؟"اس نے آئی برو اچکا کر سوال کیا۔"جیسے آپ کچھ دیر پہلے جلدی میں تھے۔۔۔"

اتنا کہتے ہی وہ وہاں سے جانے کے لیے واپس مڑی۔

"کیا مطلب۔۔میں سمجھا نہیں۔۔"

"سمجھنا بھی نہیں چاہیے آپکو۔۔"وہ پھر سے طنزیہ بولی۔

"دیکھیے مس۔۔ کوئی پرابلم ہے تو کہیے۔۔"

"میں اپنی پرابلم آپ سے کیوں کہوں۔۔اور ویسے بھی میں کلائینٹ نہیں ہوں۔۔سوڈونٹ بی ریزرو۔۔"

"ایک منٹ ٹھہریئے۔۔"وہ اس کی بات کو کاٹتے ہوئے بولا۔"آپ کلائینٹ نہیں تو پھر۔۔"

"میں۔۔ایمپلائی ہوں اس کمپنی کی۔۔۔"وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔

"ایمپلائی۔"وہ چونکا۔"مگر آج سے پہلے کبھی دیکھا تو نہیں آپ کو۔۔"

"ہاں۔۔۔ نہیں دیکھا۔۔ مگر اب دیکھو گے۔۔"اس کا رویہ ذرا گستاخانہ تھا۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ جواد نے اسی کا انٹرویو لیا ہو گا۔

"یہ آپ ایسے لہجے میں کیسے بات کر سکتی ہیں میرے ساتھ ؟؟؟"وہ چونک اٹھا۔

"کیوں ؟؟؟تم یہاں کے اونر ہو کیا؟؟؟ہو تو ایک معمولی سے ایمپلائی ہی نا۔۔"وہ اپنے سوال کا جواب خود سے اخذ کرتے ہوئے اس پر اپنا غصہ نکال رہی تھی کیونکہ اسے اسکی وجہ سے بلاوجہ انتظار کرنا پڑا تھا۔ "تمہیں کیا لگا؟تم انٹرویو نہیں لو گے تو مجھے یہاں جاب نہیں ملے گی ؟"اس سے پہلے وہ کچھ بول پاتا،اس نے اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا۔

"تم ؟"اس کی آنکھیں پھیل سی گئیں۔"میں آپ کو آپ کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں اور آپ ہیں کہ ؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں۔۔ مجھ سے زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں۔۔ یہاں کے اونر سے تمہاری کمپلین کروں گی تو یہ کرسی بھی جائے گی تمہارے ہاتھ سے،جس کا تم ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔۔"وہ بے اختیار،بنا سوچے سمجھے بولتی چلی جارہی تھی۔

"ناجائز فائدہ؟؟"وہ ہڑبڑا سا گیا۔"دیکھیے۔۔ آپ سمجھ نہیں رہیں۔۔"اس نے تکرار کی۔

"میں تو سمجھ گئی ہوں مگر شاید تمہیں سمجھ نہیں کہ انٹرویو کیسے لیتے ہیں۔۔۔اور کس کا لیتے ہیں ؟؟"وہ اتنا بھڑک اٹھی تھی کہ اس کی کوئی بھی بات اسکی سماعتوں سے ٹکرانے سے قاصر تھی۔

"اچھے خاصے ہو۔۔ خوبصورت بھی ہو۔۔ کاش سمجھدار بھی ہوتے۔۔"

اس نے اسکی تعریف جس انداز میں کی وہ مسکرایا مگر اسکی اگلی بات سن کر اسکے چہرے کی مسکراہٹ زائل ہو گئی۔"کاش! آپ سمجھدار ہوتے۔۔"

"دیکھیئے میڈم۔۔ آپ۔۔"اس نے بولنا چاہا۔

شکیل دونوں کو دور سے الجھتا ہوا دیکھ کر برابر ہنسے جا رہا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے موبائل پہ دونوں کی ویڈیو بنا رہا تھا۔

"جانتے ہو تمھاری وجہ سے۔" وہ تھوڑا سنجیدہ ہوئی۔ "خیر تمھیں کیا فرق پڑتا ہے۔ بھلا ہو اس شخص کا جس نے تمھیں یہاں جاب دی۔۔ اور تم ہو کہ۔۔ کرپشن کر رہے ہو۔۔" وہ شاید اسے باتیں سنا کر خود کو ریلیکس کرنا چاہتی تھی۔

معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے شکیل جلدی سے آگے بڑھا۔ "ہیلو۔۔" وہ مسکرا کر بولا مگر اسکے لہجہ میں شرارت واضح تھی۔ "سب ٹھیک تو ہے نا۔۔"

"کچھ نہیں۔۔" اس نے خود کو ضبط کرتے ہوئے معاملے کو رفع دفع کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔

"ظاہر سی بات ہے۔۔ اب کرپشن کرنے کے بعد کوئی کہاں کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہوتا ہے؟" طنز گویا کسی تیر میں رکھ رکھ کر مارا جا رہا تھا۔

"کرپشن۔۔" وہ چونکا اور جاتے جاتے پلٹا۔ "دیکھئے مس۔۔۔ آپ جو کوئی بھی ہیں۔۔ دیکھنے میں آپ بھی اچھی خاصی لگتی ہیں لیکن سمجھدار تو بالکل بھی نہیں۔۔ اینڈ ناؤ پلیز ریلیکس۔۔ کیا آپ بتائیں گی کہ انٹرویو کس نے لیا؟" اس نے تفتیشی انداز میں پوچھتے ہوئے اس سے تصدیق کرنا چاہی۔

"سر جواد نے۔۔ بھلا ہو ان کا۔۔۔ تم جیسے لوگ تو خود جاب ملنے کے بعد اور بڑی پوسٹ ملنے کے بعد باقی سب کو بھول جاتے ہیں۔۔۔۔ سیکھیئے ان سے کچھ۔۔" اس بات پر شکیل قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"اففف۔۔ آئی تھنک آئی شُڈ ہیو ٹو گو ناؤ۔۔" وہ سیخ پا ہو کر خود سے باتیں کرتا ہوا وہاں سے نکل گیا جبکہ شکیل دونوں کی گفتگو سے محظوظ ہو رہا تھا۔

ارمان کے جانے کے بعد وہ مسکان پر گہری نظر ڈالتے ہوئے مسکرانے لگا۔ اس نے اسے کہا

جانے والی نظروں سے گھورا۔ مگر اسکی مسکراہٹ ابھی بھی بر قرار تھی۔ اسکی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے وہ سمجھ چکی تھی کہ اب اسے اپنی راہ لینی چاہیے۔

"ہر کوئی ایک سے بڑھ کر ایک ہے یہاں۔۔۔" اس نے خود سے کہا اور پھر انشراح کا آفس ڈھونڈنے لگی۔" آفس نمبر تھرٹی۔" وہ زیرِ لب خود سے بولی۔" یہ رہا۔۔" اس نے دروازے پہ دستک دی۔

"یس۔۔۔ کم اِن۔۔۔" اندر موجود لڑکی بے حد مصروف لگ رہی تھی۔

"اسلام و علیکم۔۔" اندر داخل ہوتے ہی اس نے نہایت عاجزانہ انداز میں کہا۔

"وعلیکم السلام۔۔" جواب بھی اسی کے انداز میں دیا گیا۔

" آپ۔۔ انشراح ہیں نا۔۔" اس نے تصدیق کرنا چاہی۔

"یس۔۔ انشراح۔۔ مجھے جواد سر نے بتایا ہے ابھی آپ کے بارے میں۔۔" وہ ساتھ ساتھ اپنے کام میں بزی تھی۔

کمپیوٹر کی بورڈ پہ چلتی انگلیاں روک کر اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔" کام تو میں آپ کو سمجھا دوں گی۔ یہ بتائیں چائے لیں گی؟" وہ پر خلوص لہجہ میں بولی۔

"نہیں۔۔ شکریہ!" وہ مسکراتے ہوئے خاموشی سے بیٹھ گئی۔

اس نے اسے بغور دیکھا۔ لیئر کٹنگ اسے بے حد سوٹ کر رہی تھی۔ آنکھوں کے اوپر لگے لائنرسے اسکا چہرا بے انتہا پر کشش لگ رہا تھا۔

"بے فکر ہو کر بیٹھو یہاں۔۔ کوئی بھی مسئلہ ہو تو انشراح چوبیس گھنٹے حاضر ہے۔۔۔" وہ بڑے ناز سے بلا تکلّف بولی تو مسکان قدرے طمانیت سے مسکرا دی۔

"اسکارف کھول لو۔۔ بہت گرمی ہے یار۔۔ یہاں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا تمہیں۔۔ ٹیک اٹ ایزی۔۔" انشراح نے اسے پر سکون ہونے کے لیے کہا اور پانی کا گلاس اس کے سامنے رکھتے

ہوئے فون اٹھایا جس پہ مسلسل بیل ہو رہی تھی۔

"جی۔۔۔ٹھیک ہے۔۔ بھیجتی ہوں۔۔"وہ فون پر بات کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

اس سے پہلے وہ اسکارف کھولتی،وہ فون رکھنے کے بعد اس سے مخاطب ہوئی۔

"جی۔۔۔تو مس مسکان۔۔۔۔"آپ جا کر ایگریمنٹ سائن کر آئیں۔۔۔جاب کی کنفرمیشن کے لئے کچھ اہم معاملات پر ہمارے سی۔ای۔او ارمان سر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔"وہ مسکراتے ہوئے اسے ساری بات سے آگاہ کرنے لگی۔

"جی۔"اس نے پانی کا ایک گھونٹ بھرا۔

"ایزی ہو کر جائیں۔۔" اس نے دوستانہ انداز میں کہا تو وہ مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی آئی

۔

یہ اسکی سب سے بڑی خوش قسمتی تھی کہ انشراح جیسے مخلص انسان کو اسے ٹریننگ دینے کے لیے کہا گیا۔وہ خوش تھی کہ جس کے ساتھ اسے کام کرنا تھا،اسکا رویہ اسکے ساتھ دوستانہ تھا۔

وہ فرسٹ فلور پہ آئی تو سی۔ای۔او کا آفس ڈھونڈنے لگی۔اس نے ہر طرف نگاہ دوڑائی مگر اسے کہیں اسکا آفس نظر نہ آیا۔وہ خراماں خراماں قدم بڑھاتے ہوئے کاؤنٹر تک آئی۔

"سی۔ای۔او۔کا آفس بتائیں گی کہ کہاں ہے؟؟"

وہ کام کرتے کرتے رکی اور نظر اٹھا کر اسے اشارۃً اپنے سامنے موجود دو تین کمرے چھوڑ کر تیسرے میں جانے کو کہا۔

"تھینکس۔۔۔" اس نے تشکر آمیز لہجے میں کہا اور اپنے قدم اس جانب کو بڑھا لیئے۔

جوں جوں وہ آگے قدم بڑھا رہی تھی،اسکے قدم اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔دروازے کے باہر لگی نام کی تختی پہ لکھا نام اب اسکی آنکھوں کو نظر آیا تھا۔

"یہاں سے تو وہ باہر آیا تھا۔۔انٹرویو لینے والا۔۔" اس نے خود کلامی کی۔"مگر وہ تھوڑی نہ ہو گا سی۔ای۔او" اس نے خود سے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

اس نے دروازے پہ دستک دی تو اسے اندر سے گھمبیر آواز میں اندر آنے کی اجازت دی گئی۔

"آجایئے۔۔۔"

جوں ہی وہ اندر داخل ہوئی تو اسے اپنے سامنے پا کر اسکا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔"تم۔۔۔"

"اینی پرابلم؟؟"اسکو یوں چونکتا ہوا دیکھ کر اس نے فائل بند کی اور اس سے مخاطب ہوا۔اسکے ایسے ردِ عمل کے لیئے وہ خود کو تیار کر چکا تھا مگر زیادہ وہ اس کے تم کہنے پہ چونکا۔

"سر کہاں ہیں؟؟"

"کون سر؟؟"اس کے سوال پہ اس نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔

ہلکے پیلے رنگ کی اسکارف میں اسکا معصوم چہرہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔جسے اس نے نہایت خوبصورتی سے حجاب کی طرح سر پہ اوڑھا ہوا تھا۔"وہی جنھوں نے مجھے ایگریمنٹ کے لئے بلایا ہے۔۔اور اب پلیز تم ان سے نہ کہہ دینا کچھ۔۔سوری میں نے تمہیں جو کچھ بھی کہا، غصہ میں کہا۔۔تم ہی بتاؤ۔۔ تمہیں بار بار جاب کے لیئے چکر کاٹنا پڑے اور انتظار کرنا پڑے تو کیسا لگے گا تمہیں؟؟؟یقیناً برا لگے گا نا؟؟؟"اس کی بات پہ اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی۔

اس سے پہلے وہ اسے کچھ کہتا کہ جواد اس کے آفس روم میں داخل ہوا۔

"یہ فائلز چیک آوٹ ہو گئیں ہیں ارمان۔۔بس ذرا فائنل اپروول کے لیے سائن کر دینا۔"

اس نے ایک نظر ارمان پر ڈالی اور دوسری نظر مسکان پر اور مسکراتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

"تو یہ ہیں۔۔سی۔ای۔او۔ارمان۔"وہ زیر لب خود سے بولی۔

"اوہ۔۔یہ کیا ہو گیا۔۔۔یہ تو یہاں کے سی۔ای۔او۔ہی نکلیں گے۔۔۔اندارہ نہیں تھا مجھے ۔"وہ اس کے سامنے ساکت حالت میں کھڑی تھی۔"بمشکل جاب ملی تھی۔۔کہیں اس سے ہاتھ نہ دھونا پڑ جائے۔۔"

"جی۔۔۔تو۔۔کیا کہہ رہی تھیں آپ؟؟"وہ جواد کے جانے کے بعد اس کی جانب متوجہ ہوا اور سوالیہ انداز میں بولا۔

"جی۔۔میں۔۔میں تو بس۔۔ایسے ہی۔۔"وہ خاصی کنفیوز ہوئی۔"آئم رئیلی سوری سر۔۔" وہ شرمندہ ہوئی۔

"نو۔۔نو۔۔اِٹس۔اوکے۔"وہ مسکراتے ہوئے صاف دلی سے بولا۔"ہیو اے سیٹ پلیز۔۔"

"جی۔۔"وہ دل ہی دل میں اپنی حرکت پر شرمندہ ہو رہی تھی۔

"یور گُڈ نیم پلیز؟"

"جی مسکان۔۔"ہچکچاہٹ واضح تھی۔

"مسکان فرام۔۔؟" وہ مزید بات کرنے ہی لگی تھی کہ وہ بول پڑا۔

"آئی وِل سی یور سی وی۔اینڈ ادر ڈاکومینٹس۔۔"وہ مسکراتے ہوئے اس سے بولا۔"اور ویسے بھی آپکو انٹرویو کے بغیر تو اپوائنٹ نہیں کیا گیا ہو گا؟اور آپکا کونفیڈینس۔۔تو۔۔ماشاءاللہ۔۔" وہ کنفیوز ہوئی مگر شرمندہ ہونے اور چپ رہنے کے سوا اسکے پاس کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

"اینی وے۔یہ سائن کر دیجیے۔۔ٹرمز اینڈ کنڈیشنز پڑھ کر۔۔"اس نے فائل اس کے سامنے پیش کی۔

"جی۔۔"اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے فائل پکڑی۔وہ ابھی تک اپنی حرکت پہ نادم تھی۔

"مس مسکان۔۔اٹس۔اوکے۔۔بس امید کرتا ہوں۔۔نیکسٹ آپ صبر و تحمل سے کام لیں

گی۔۔" وہ قدرے پر امیدی سے ذرا زور دے کر بولا تو وہ مارے ندامت کے گردن جھکا کر رہ گئی۔

"ویسے مجھے تم بھی کہیں گی تو مجھے مسئلہ نہیں ہو گا۔۔ لیکن میرے اسٹاف کو یہ ضرور عجیب لگے گا۔۔" وہ ذو معنی انداز میں مسکرایا۔

"میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔۔" وہ معذرتانہ انداز میں بولی تو اس نے قدرے طمانیت سے اسے دیکھا۔

☆☆☆☆☆☆

جاری ہے۔

Aestheticnovels.online
Explore, Dream and Read